

# محرابِ تحقیق

ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر

ادارۂ یادگارِ غالب ۰ کراچی

# محرابِ تحقیق

ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر

ادارۂ یادگارِ غالب، کراچی

جملہ حقوق محفوظ

سلسلہ مطبوعات ادارہ یادگار غالب

شمار: ۶۶

طبع اول:

۲۰۱۲ء

صفحات:

۱۷۶

طالع:

احمد مراد زناظم آباد کراچی

قیمت:

دو سو پچاس روپے



ادارہ یادگار غالب و غالب لائبریری

پوسٹ بکس : ۲۳۶۸، ناظم آباد، کراچی۔ ۷۴۶۰۰

فون: ۳۶۶۸۶۹۹۸

۲

حسین

حمزہ

اور

مدر

کے

نام

-----تم سلامت رہو ہزار برس

## مرقع

- ۷ ۰ طلوع: عبدالعزیز ساحر
- ۹ ۰ تقدیم: ڈاکٹر رؤف پارکچہ
- ۱۱ ۰ حسام لاہوری: سترھویں صدی کا ایک غزل گو
- ۱۷ ۰ شیخ رحمت اللہ: پندرھویں صدی عیسوی کے ایک مثنوی نگار
- ۳۹ ۰ خلاصۃ الفوائد: سلسلہ چشت کا ایک اہم مجموعہ ملفوظات
- ۵۹ ۰ خلاصۃ الفوائد: نوخطی نسخوں کا تعارفی مطالعہ
- ۷۷ ۰ بہادر شاہ ظفر: دو نادر اور غیر مطبوعہ خط
- ۹۱ ۰ حیر الاذکار فی مناقب الابرار: تجزیاتی مطالعہ
- ۱۱۵ ۰ علامہ اقبال کی تین نادر اور غیر مدون آراء: تعارف اور بازیافت
- ۱۱۹ ۰ ایک قدیم خطی بیاض کا تعارفی مطالعہ
- ۱۲۷ ۰ بارہ ماہیہ نجم: ایک تنقیدی جائزہ
- ۱۳۵ ۰ مجالسِ کلیمی کا تنقیدی مطالعہ
- ۱۵۹ ۰ اشاریہ

## طلوع

محراب تحقیق میرے منتخب مقالات کا اولین مجموعہ ہے۔ ان مقالات میں دریافت کے رنگ بھی ہیں اور بازیافت کی خوشبو بھی؛ روایت کا تسلسل بھی ہے اور اس کی تعبیر بھی؛ تلاش کا سفر بھی ہے اور جستجو کا احساس بھی۔۔۔۔۔ ہندو اسلامی تہذیب کا مرکزی نظام فکر و عمل سلسلہ چشتیہ کی خانقاہوں کی مہکار سے معطر رہا ہے۔ میں نے ان مقالات میں اس خوشبو کو کشید کرنے کا جتن کیا ہے۔ معلوم نہیں کہ میں اس خوشبو کی عکس گری میں کہاں تک کامگار رہا ہوں، لیکن یہ ضرور ہے کہ میں نے اس سلسلہ فکر و عمل سے اکتساب فیض میں کوتاہی نہیں کی۔

ایک دو مقالات کو چھوڑ کر بقیہ تمام مقالات اسی سلسلہ ابد آثار کے خوش گن مناظر کی تعبیر اور تفہیم سے پیالہ گیر ہیں۔ تہذیب اور تصوف کے سلسلہ خیال کو میں نے ادب کے تناظر میں دیکھا اور اس کی تفسیر اور معنوی تعین میں بھی اسی روایت اور حقیقت کے تصورات میری پناہ گاہ رہے۔ میرے نزدیک، تحقیق ایک طرح کا صوفیانہ عمل ہے۔ اس میں بھی اس گہرے انہماک اور استغراق کی ضرورت ہوتی ہے، جو راہِ سلوک کے مسافر کا لازمہ سفر ہے۔ جس طرح سالک اعتدال اور توازن کے حجرے میں بیٹھ کر انکشافِ ذات کے رنگوں میں بے رنگ کیفیات کی تجلیات سے لطف اندوز ہوتا ہے، اسی طرح ایک محقق بھی ادب، تاریخ اور تہذیب کے دائروں میں سفر کرتا ہوا گوہر ہائے آبدار کی دریافت اور بازیافت سے نئے رنگوں کی کشید کرتا ہے۔ وہ حق کی تلاش میں سرگرم کار ہوتا ہے اور اس عمل میں اس کی تلاش اور جستجو کے رنگ دیدنی ہوتے ہیں۔ صبر، ضبط اور توازن یہ وہ اوصاف ہیں، جن سے ایک محقق کی فکری اور معنوی زندگی عبارت ہوتی ہے، یا ہونی چاہیے۔ وہ ان رنگوں کی اوٹ سے بے رنگ دنیا کی جمالیات اور اس کے تصور حقیقت سے مستنیر ہوتا ہے، تو اس کی تلاش اور جستجو کا عمل مراقبہ خیال کی خوشبو کے ہمہ رنگ اور

ہمہ جہت اسلوب سے ہم آغوش ہو کر اس بصیرت افروز اکائی کے معنوی سلسلہ خیال سے مل جاتا ہے، جو حال سے ماضی کی طرف مراجعت سے عبارت ہوتی ہے، مگر اس طرز احساس کے معنوی درجے مستقبل آشکارہتے ہیں، کیونکہ بقول ڈاکٹر سید معین الرحمن: ”تحقیق چراغ سے چراغ جلانے کا عمل ہے، پچھلے چراغوں کو بے نور یا گل کرنے کا شغل نہیں۔۔۔ رشید احمد صدیقی کی طرح میرا عقیدہ یہ ہے کہ کوئی بڑا شاعر یا محقق اپنا درجہ کبھی نہیں کھوتا۔ بعد کے آنے والے شاعر یا محقق نہ اس کو پیچھے دھکیلتے ہیں، نہ اس کی جگہ لیتے ہیں، بلکہ شاعری یا تحقیق میں ایک نئے حسب و نسب یا سطح اور سمت کی نشاندہی کرتے ہیں۔“ ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور کا یہ قول جلیل روایت اور تعبیر کے اس زاویہ فکر کا ترجمان ہے، جو تہذیبی اور معنوی افکار کی رعنائی سے عبارت ہوتا ہے۔ اس سلسلہ خیال میں ابد کے طاق پر رکھے چراغوں کی لو بڑھتی جاتی ہے، کم نہیں۔

عبدالعزیز ساحر

Sahir66\_aiou@yahoo.com

شعبہ اردو

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

روف پارکھ  
معتد عمومی، ادارہ یادگار غالب

## تقدیم

حضرت علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا تھا کہ:  
مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آباء کی  
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سپارا  
بے شک ہمارے آباء کی کتابوں کے بے شمار موتی یورپ والے رول کر لے گئے لیکن  
پھر بھی ان کا ایک معتد بہ حصہ ابھی ہمارے ہاں موجود ہے گو اس طرح محفوظ نہ ہو جس طرح یورپ  
میں ہے۔

بر عظیم پاک و ہند میں خانقاہوں کا ایک وسیع سلسلہ عرصہ دراز سے چلا آ رہا ہے۔ یہ  
خانقاہیں نہ صرف رشد و ہدایت کے مراکز کے طور پر معاشرے میں اپنا مثبت کردار ادا کرتی تھیں  
بلکہ علم اور تحقیق سے بھی جڑی ہوئی تھیں۔ ان خانقاہوں میں سے بعض تو ایسی ہیں جن سے منسلک  
نہایت گراں مایہ کتب خانوں میں دینی علوم اور دیگر موضوعات پر بیش بہا کتب کے مطبوعہ اور قلمی  
نسخے موجود ہیں۔ کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ ہمارے عہد حاضر کے محقق بالخصوص جامعات میں سند  
تحقیق کے لیے موضوع کی تلاش میں حیران و سرگرداں نوجوان اگر تیسرے درجے کی ادبی  
شخصیات پر ”حیات و خدمات“ اور ”ادبی کارنامے“ جیسے گھسے پٹے موضوعات سے تحقیق کے نام کو  
داغ دار کرنے کی بجائے ان خزائن کی طرف متوجہ ہوں تو کیا خوب ہوا لیکن ان میں سے بیشتر کی



زبان فارسی ہے اور ہمارے لیے فارسی کی اب وہی کیفیت ہے جس کے لیے شاعر نے کہا کہ

ع ہم بہو بیٹیاں یہ کیا جانیں؟

الاما شاء اللہ۔

ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر اسلام آباد کی ایک جامعہ میں درس و تدریس سے تو منسلک ہیں ہی، تحقیق و تنقید نیز تصوف اور اس کے متعلقات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ فارسی سے بھی خوب واقف ہیں۔ چنانچہ انھیں کتب خانوں میں مخطوطات کی تلاش میں کوشاں پایا۔ ایک بار علمی کام کے سلسلے میں شاہ عبداللطیف یونیورسٹی خیرپور جاتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ہم رکاب ہونے کا موقع ملا۔

خیرپور کی پچل لائبریری میں ایسے چند فارسی مخطوطات محفوظ ہیں جو بعض بزرگوں کے حالات اور ملفوظات پر مبنی ہیں۔ لائبریری کے عملے اور ڈاکٹر یوسف خشک صاحب کے تعاون سے ساحر صاحب نے ایک مطلوبہ نسخے کا عکس پچل لائبریری سے حاصل کر لیا۔ ان کی گفتگو سے اندازہ ہوا کہ کئی خانقاہوں کے بھی کتب خانے چھان چکے ہیں بلکہ ان کے بعض اہم قلمی نسخے کے تعارف اور ان کی تدوین پر کچھ کام بھی شائع کر چکے ہیں۔

چنانچہ ان سے درخواست کی کہ ان مقالات کو یکجا کر دیجیے۔ ہم ان کے شکر گزار ہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے ہماری درخواست کو قبول کیا اور یہ مسودہ ادارے کو اشاعت کے لیے دے دیا۔ ان مقالات میں اہل علم اور اہل قلم کے ساتھ اہل اللہ کا بھی ذکر ہے۔ لیکن اس کے علاوہ بھی بعض اہم مقالات اس کتاب میں شامل ہیں۔ ان میں قلمی نسخوں کا تعارف بھی ہے اور بعض غیر مطبوعہ اور غیر مدون متون کا جائزہ بھی ہے۔ ساحر صاحب تحقیق اور تنقید کے تو مرد میدان ہیں ہی نثر بھی خوب لکھتے ہیں۔ لہذا اب آپ ساحر صاحب کی تحقیق کے ساتھ ان کی سحر طراز نثر سے بھی لطف اٹھائیے۔

## حسام لاہوری: سترہویں صدی کا ایک غزل گو

[۱]

حسام الدین لاہوری کون تھے؟ انھوں نے زندگی کیسے بسر کی؟ کتنی عمر پائی اور کہاں مدفون ہوئے؟ ہمیں کچھ معلوم نہیں، کیونکہ ایک آدھ اتشی کے علاوہ فارسی اور اردو کے تذکرے اور تاریخیں ان کے ذکر خیر سے خالی ہیں۔ میر علی شیر قانع ٹھنھوی نے اپنی تالیف مقالات الشعراء میں ان کے متعلق چند جملے تحریر کیے ہیں:

”سید حسام الدین لاہوری، حسام تخلص بانو اب غلیل خاں و احمد یار خاں بکنا نسبت، عزیزی از صُرف و الدہ دارد، فقر احتیاری ورزیدہ، درزی فقرای سیارو از ہندی در بندہ است۔ قادر بخش لقب دارد و کلامش بر طبق احوالش خالی از حالتی نیست۔ کبت و دودھرہ و ریختہ و اقسام شعر بسیار گفتہ۔“ (۱)

تاریخ ادب اردو میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے بھی صاحب مقالات الشعراء کے حوالے سے حسام الدین لاہوری کی اردو شعر گوئی کا ذکر کیا ہے۔ (۲) تذکرہ بالا ان حوالوں کے علاوہ میرے مطالعے کی حد تک اردو ادب کی تاریخیں اور شعرائے اردو کے تذکرے حسام الدین لاہوری کے بارے میں خاموش ہیں۔ جناب زاہر حسن فاروقی (۳) کو اول اول حسام لاہوری کی ایک اردو غزل کو منظر عام پر لانے کا اعزاز حاصل ہوا۔ وہ لکھتے ہیں:

”..... تاریخ ادب کی خوش نصیبی کہ گزشتہ دنوں انک کی معروف علمی شخصیت

اور مجلس نوادرات علمیہ، انک کے سیکرٹری جنرل محترم غلام محمد نذر صابری کے کریمانہ

توسط سے دارالعلوم حمید یہ، سلطان پور، ضلع انک میں موجود ایک قلمی بیاض تک احقر کی رسائی ہوئی۔ صاحب بیاض نے سید حسام الدین حسام کی ایک مکمل غزل قلم بند کی ہے۔ بیاض میں اوراق نمبر دیے گئے ہیں۔ صفحات نمبر نہیں ہیں۔ افسوس کہ مرویات نام سے اس بیاض کے ابتدائی اوراق ضائع ہو چکے ہیں، اس لیے صاحب بیاض کا نام اور زمانہ تحریر معلوم نہ ہو سکا، لیکن تحریر، حروف کی ساخت، الفاظ کے بچے (املا)، بیاض کی ترتیب و انداز تحریر، کاغذ کی قسم (نوعیت)، اس کے قدیم ہونے پر دال ہیں۔ سید حسام الدین کی یہ غزل بظاہر ولی دکنی کے دور سے قبل کی محسوس ہوتی ہے۔“ (۴)

[۲]

یہ بیاض (۵) مختلف رسائل کا مجموعہ ہے، جو عربی اور فارسی زبان میں ہیں۔ ان میں سے اکثر رسائل صاحب بیاض کے حسن کتابت کا شرم معلوم ہوتے ہیں۔ انہوں نے ان رسالوں کو ایک ہی جلد میں یکجا کر دیا ہے اور سرخ روشنائی سے ترتیب وار نمبر تحریر کیے ہیں۔ بعض رسائل شروع یا آخر سے ناقص ہیں۔ بیاض کے ابتدائی انیس اوراق (۳۸ صفحات) دستبرد زمانہ کی نذر ہو چکے ہیں۔ صفحات کی کل تعداد ۳۰۷ ہے۔

ناقص الاول ہونے کی وجہ سے صاحب بیاض کے متعلق معلوم نہیں کہ وہ کون تھا اور کس عہد میں ہوا ہے؟ اس نے بیاض کی خالی جگہوں پر اپنے مطالعاتی افادات درج کیے ہیں، جن سے ان رسائل کی قدر و قیمت میں قابل قدر اضافہ ہوا ہے۔ ان رسائل کے بیشتر موضوعات فقہ، تصوف، ادب، رمل اور نجوم ہیں۔

اس بیاض میں حسام لاہوری کی غزل اور ایک نامعلوم شاعر کے ترجیع بند کے علاوہ اردو کے ایک قدیم شاعر شیخ رحمت اللہ (مرشد شیخ بہاء الدین باجن) کی ایک مثنوی بھی شامل ہے، جس میں بعض فقہی مسائل کو منظوم کیا گیا ہے۔ قدیم اردو کی ان منظومات کے علاوہ بیاض میں فارسی کی بھی چند منظومات شامل ہیں۔

[۳]

سید حسام الدین حسام لاہوری کی غزل بیاض کے ورق نمبر ۱۱۲ ب پر درج ہے۔ مطلع اور  
مقطع سمیت یہ غزل گیارہ اشعار پر مبنی ہے۔ غزل نثر کے انداز میں چودہ سطروں میں لکھی ہوئی  
ہے۔ عکس بیاض دیکھیے:

دل پہ جو آیا دم دنیا میں دل بان غبتؔ اوس یاد ربکی یادیں ای دل تجی بہتا  
میں تیرے یا تجی مردم مشعل اللہ کا نہ ہر حال میں معلول ہو ضایع عمر کھونا غبتؔ  
اکبسون کون تیری سوئے کر کہم دہیان و ان دلکی او پر یا عزیزا حقیقی یادیں دو  
وہم رکے غبتؔ دل کی ورق او پر تون کہم مردم اسم اللہ کا، ای عاشق مولد  
بہی دفتر ورق لکھنے غبتؔ پہرنا پہرنا چہ سو بر کر کہم یا اسم ذات کون  
عاشق کون اوسکی نام بن دو جا حرف چنا غبتؔ احرم و صوا کون دور کر طالب  
خو رب کی نور کا، ای عاشق راہی خدا ظلمت میں رہنا غبتؔ  
مال و متاع فرزند سیں روز قیامت نہیں نفع، جس میں نفع آخر نہیں اوس  
بیچ واپا بان غبتؔ حقیقی تجی دنیا میں بی بیعت دت و اسطی  
اسکی جبارت بن تجی دنیا میں رہنا غبتؔ حقیقی محبت میں تجی  
عرفان بہ لپٹا گیا، ربکی محبت میں تجی دنیا میں چنا غبتؔ دل تو کیا  
اوسکی اوپر جو کو تھوئی تانی کہ حوں نہ جو چیز کی باقی نہیں کہ اوس کو یہ  
دل دینا غبتؔ اب تو حسام ہو جانا مر کہ کی صورت میں سدا، ساک  
کون وصل حق بنان دو جی جکی شہرنا غبتؔ تمام شد

میں تیرے یا تجی مردم مشعل اللہ کا نہ ہر حال میں معلول ہو ضایع عمر کھونا غبتؔ  
اکبسون کون تیری سوئے کر کہم دہیان و ان دلکی او پر یا عزیزا حقیقی یادیں دو  
وہم رکے غبتؔ دل کی ورق او پر تون کہم مردم اسم اللہ کا، ای عاشق مولد  
بہی دفتر ورق لکھنے غبتؔ پہرنا پہرنا چہ سو بر کر کہم یا اسم ذات کون  
عاشق کون اوسکی نام بن دو جا حرف چنا غبتؔ احرم و صوا کون دور کر طالب  
خو رب کی نور کا، ای عاشق راہی خدا ظلمت میں رہنا غبتؔ  
مال و متاع فرزند سیں روز قیامت نہیں نفع، جس میں نفع آخر نہیں اوس  
بیچ واپا بان غبتؔ حقیقی تجی دنیا میں بی بیعت دت و اسطی  
اسکی جبارت بن تجی دنیا میں رہنا غبتؔ حقیقی محبت میں تجی  
عرفان بہ لپٹا گیا، ربکی محبت میں تجی دنیا میں چنا غبتؔ دل تو کیا  
اوسکی اوپر جو کو تھوئی تانی کہ حوں نہ جو چیز کی باقی نہیں کہ اوس کو یہ  
دل دینا غبتؔ اب تو حسام ہو جانا مر کہ کی صورت میں سدا، ساک  
کون وصل حق بنان دو جی جکی شہرنا غبتؔ تمام شد

رجحہ:

- (۱) دل بیچ یو آیا و هم دنیا میں دل بانان عبث  
اوس یاد رہی یاد بن ای دل تھی رہا عبث
- (۲) مُرشد سے بتایا تھی ہر دم شغل اللہ کا  
ہر حال میں مشغول ہو ضایع عمر کھونا عبث
- (۳) لکھن کون کوں تیری موند کر رکھ دھیاں وان دلکی اوپر  
خیز یاد حق کی یاد بن دوسرا و ہم رکھنا عبث
- (۴) دلکی ورق اوپر توں لہکے ہر دم اسم اللہ کا  
ای عاشق مولا تھی دفتر ورق لہکنا عبث
- (۵) پھرنا پھرانا چھوڑ کر رکھ یاد اسم دات کوں  
عاشق کوں اوسکی نام بن دوجا حرف چہا عبث
- (۶) حرص و ہوا کوں دور کر طالب ہو رب کی نور کا  
ای عاشق راہی خدا ظلمت میں رہنا عبث
- (۷) مال و متاع فرزند سے روز قیامت نہیں نفع  
جس میں نفع آخر نہیں اوس بیچ دل بانان عبث
- (۸) حقیق تھی دنیا میں بھیجا عبادت واسطی  
اسکی عبادت بن تھی دنیا میں رہنا عبث
- (۹) حقیق محبت سے تھی عرفان بدل پیدا کیا  
رہی محبت بن تھی دنیا میں جینا عبث

(۱۰) دل تو لکا اوسکی اوپر جو کونھوئی فانی کدھوں

جو چیز کی باقی نہیں اوسکو یہ دل دینا عبث

(۱۱) ایتو حسام ہو جافنا مرشد کی صورت میں مدد

سلاک کون وصل حق بسان دوجی جکی ٹھہرنا عبث

[۴]

الفاظ کے معانی اور ان کا جدید املا:

(۱) بچ - میں، درمیان، اندر یو - یہ دھم - دہم مین = میں

بان = بانا، باندھنا، لگانا، پرونا

(۲) تنجی = تجھے..... ہر = ہر

(۳) انکھیوں = آنکھوں کوں - کو تیری = تیری، یہاں مراد ہے اپنی

دھیان = دھیان..... وان = وان..... دلی - دل کے

(۴) توں = تو..... لکھ = لکھ..... ای = اے..... لکھنا = لکھنا

(۵) پہرنا پہرانا - پھرنا پھرانا چور = چھوڑ رکھ - رکھ کون - کو

اوسکی = اس کے

(۶) ہوا = ہوا، ہوس ہو - ہو کی = کے راہی خدا = راہِ خدا میں =

میں رہنا = رہنا

(۷) سین = سے . جسیں = جس سے اوس = اس

(۸) ہنیں = حق نے واسطی = واسطے

(۹) بدل = بدل، دل میں . ربکی = رب کی اوسکی = اس کے

(۱۰) نہوئی = نہ ہو فانی = فانی کدھوں = کبھی کی = کے بچی

= باقی

(۱۱) اب تو - اب تو۔ بیان = بنا، بن، بغیر۔ دوحی = دوسری جگہ - جگہ  
شہرنا = ٹھہرنا

[۵]

حسام لاہوری کی اس غزل کے تمام اشعار عارفانہ اور صوفیانہ رنگِ خن کے غماز ہیں۔ اُن کی فکر وحدت اور تسلسل کی آئینہ دار ہے۔ دنیا مقامِ فنا ہے؛ اس سے دل لگانا وبالِ جان ہے؛ اصل زندگی خدائے ذوالجلال کی معرفت و آگہی سے عبارت ہے؛ تخلیق کائنات کا مقصد اور محور انسان ہے، انسان کی بعثت اور عبادتِ الہیہ لازم و ملزوم ہیں؛ مُرشد، مُدِیدِ قدوس تک رسائی کا ایک زینہ ہے، جیسے متصوفانہ مضامین اس غزل میں بیان ہوئے ہیں۔

غزل کی ردیف 'عبث' بھی دنیا سے بیزاری اور بے نیازی کا عنوان لیے ہوئے ہے۔ 'کھوتا، رکھنا، رہنا اور چپنا' جیسے قوافی اس پر مستزاد ہیں۔ پوری غزل میں پنجابی زبان کا اثر نمایاں ہے۔ پنجابی چونکہ شاعر کی مادری زبان ہے، اس لیے اکثر الفاظ پنجابی لہجے اور تلفظ کے ساتھ نظم ہوئے ہیں۔ [ماہ نامہ مہابو، لاہور ستمبر ۱۹۹۰ء، ماہ نامہ سب رس، کراچی اکتوبر ۱۹۹۰ء، مومسی زبان، کراچی نومبر ۱۹۹۰ء، صحیفہ نامہ مجلہ شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور ۱۹۹۱ء-۱۹۹۲ء، پاکستانی ادب ۹۲ء، ڈاکٹر سلیم اختر و خالدہ حسین (مرتبین) اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد ۱۹۹۳ء]

### حواشی اور حوالے:

- (۱) مقالات الشعراء: سید حسام الدین راشدی (مرتب) سندھی ادبی بورڈ، کراچی: ۱۹۵۷ء، ص ۱۷
- (۲) تاریخ ادب اردو (جلد اول): مجلس ترقی ادب، لاہور: جولائی ۱۹۷۵ء، ص ۶۸۱
- (۳) زاہر حسن فاروقی تھانہ بھون میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔ زندگی کا طویل زمانہ انک میں گزارا۔ جہاں وہ گورنمنٹ کالج، انک میں درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ ۲۰۱۰ء میں وفات پائی اور اسلام آباد میں مدفون ہوئے۔
- (۴) مشعل: مجلہ گورنمنٹ کالج، انک: اپریل ۱۹۸۸ء، ص ۹۰
- (۵) بیاض کے تفصیلی مطالعے کے لیے اس مجموعے کا مقالہ: ایٹ قدیم حطی بیاض کاتعارفی مطالعہ ملاحظہ فرمائیں۔

## شیخ رحمت اللہ:

پندرھویں صدی عیسوی کے ایک مثنوی نگار

[۱]

شیخ رحمت اللہ نویں صدی ہجری (پندرھویں صدی عیسوی) کے ایک نامور عالم دین اور صاحب عرفان و یقین بزرگ تھے۔ محمد غوثی شطاری نے اپنی کتاب گلزار ابرار میں انھیں نہایت عالی مقام، پسندیدہ افعال، سنجیدہ اقوال، ضمیر شناس اور باطن آگاہ لکھا ہے۔ (۱) وہ سلسلہ چشتیہ میں اپنے والد گرامی شیخ عزیز اللہ المتوکل علی اللہ سے بیعت رکھتے تھے، جن کا روحانی تعلق شیخ رکن الدین مودودی سے تھا۔ شیخ مودودی:

”حضرت شیخ فرید الدین مسعود کی اولاد میں تھے، مگر سلسلہ چشتیہ شیخ محمد بن احمد مودودی سے حاصل تھا، جن کو باطنی جد یہ سلسلہ ملا تھا۔ ہندوستان میں یہی ایک طریقہ ہے، جو بغیر واسطہ حضرت معین الدین چشتی اجمیری کے پہنچا ہے۔ اس سلسلے میں عزیز اللہ متوکل، شیخ رحمت اللہ، شیخ بہاء الدین، شیخ علی متقی وغیرہ بڑے جلیل القدر مشائخ ہوئے ہیں، جو دکن اور مہجرات میں صدیوں تک لوگوں کو فائدہ پہنچاتے رہے ہیں۔“ (۲)

شیخ رحمت اللہ کے دادا شیخ یحییٰ بن لطیف الدین، حضرت نظام الدین اویسیا کے مرید تھے۔ گہرا ابرار کے مصنف نے انھیں دہلوی لکھا ہے۔ یہ نسب فاروقی ہیں۔ شجرہ نسب فرخ شاہ کابلی سے جاملتا ہے۔ شیخ رحمت اللہ اور ان کے خاندان کے حالات کا اہم ترین ماخذ گلزار ابرار ہے۔ اگرچہ بعد کے تذکرہ نگاروں نے بھی ان کا ذکر خیر کیا ہے، لیکن اکثر تذکروں میں ان کا ذکر، شیخ بہاء الدین باجن کے حوالے ہوا ہے، جو ان کے مرید و خلیفہ تھے۔ شیخ باجن زبان ریختہ میں اپنے وقت کے اہم شاعر تھے۔



انھوں نے مولانا روم کی طرح اپنے مجموعہ نگارشات کو اپنے شیخ کے نام نامی سے معنون کیا ہے، (۳) جو اُن کی اپنے مرشد سے عقیدت کا ایک مظہر ہے۔ شیخ باجن وہ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے اردو زبان کو زبانِ دہلوی کے نام سے یاد کیا ہے۔ (۴)

شیخ رحمت اللہ کے والد ماجد آخری عمر میں ماٹرو میں گوشہ نشین ہو گئے تھے اور اپنے فرزندوں (۵) کو ہجرات بھیج دیا تھا۔ بقول صاحبِ گلزارِ ابرار:

”جب [شیخ رحمت اللہ کو] پدر بزرگوار سے ہجرات کی اجازت ملی، تو حیدر آباد میں جا کر اُس کے ایک کنارے قیام کیا۔ خدا دوست دانش مندوں نے ہر طرف سے بہ ترکیب سکونت آ کر آپ کی مسائلی میں جبر سے بنائے اور صوفی پوشوں سے خانقاہ آباد ہوئی اور اس سبب سے وہ کوچہ شیخ پور کے نام سے مشہور ہوا۔“ (۶)

[۲]

شیخ رحمت اللہ کے سالِ ولادت اور سالِ وفات کے متعلق تذکرہ نگار خاموش ہیں۔ تاہم قرائن اس امر کے مؤید ہیں کہ اُن کا انتقال نویں صدی ہجری (پندرہویں صدی عیسوی) کے رجبِ آخر میں ہوا۔

شیخ رحمت اللہ اردو زبان میں شاعری کرتے تھے، لیکن اردو کے کسی بھی تذکرے میں کیفیتِ شاعرانہ کا ذکر نہیں ہوا۔ اگلے صفحات میں اُن کی ایک مثنوی ہدیہ قارئین کی جا رہی ہے، جو مجھے ایک قدیم اور نادر قلمی بیاض سے ملی ہے۔ اس مثنوی میں شاعر نے اپنا پورا نام بطور تخلص استعمال کیا ہے۔

منسویہ شیخ رحمت اللہ جس بیاض سے لی گئی ہے، وہ آستانہ عالیہ چشتیہ سلطان پور (ضلع انبک) کی ملکیت ہے۔ یہ مثنوی بیاض کے آٹھ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ مثنوی کے خطی نسخے کا عکس ملاحظہ ہو:

[۳]

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اور اللہ میں بدوں شباب شروع میں کروں ایک جہان

سنوات میری سرور کجا سون لگا و تمیں دل غوسہ کی

سزاوار اور کون ہی بد یہاں وی صاحب ہی پیشل ضرر یہاں

شب و روز او کی کہوں میں جو دو تون جہان ہی رہا

کرو تون کی آرس ریکہ کیم ہی کہ جسکی صفت محبوب احبابی

خدا بھگون توفیق دیوی اگر تو توفیق اونکی کروں نہ کر

چون دو تون جگہیں سرار ہیں کہ یرم لکسر کون وہی بار ہیں

او فتنہ کی سوخت بجا لیاؤ تم کہ ناروز جنت منہی جاؤ تم

در و دان او تون پر پڑدنا اور کہ لیاوی جنت میں اپنی شنگ

شادیت کی بد بولون بیات خلق ہی مسئلہ سو ہو کجیاں

اب کرو تون اب کہو در زبان ہندوی فداست میں بیتان لگاؤ شغری

کتاب

کتاب یک مرافق کمرن میں تھا کہ تاہم دیر محکوم زیادہ ثواب  
سختی تم دلورنسی سخری لکراہ مسائل میں چالیس سو چار  
وی ہیں مرد و عورت کون بڑی فر سنو ہاں دلیہ یہ تیرے رضا  
اگر یہ مسئلہ آویں جسے خون پر ہی لازم کیا دوا کی  
اگر لکریا لکریا بالغ ہو گئے کہ نادانگی سین وی قانع ہو گئے  
پیشہ جہاں پر چھان اوٹھ سوا بتا دین تو ایمان رہو یہ حال  
اگر وی زبانیں کہیں یہ سختی مسائل تک بوجہتی ہیں جن  
تو ایمان اوٹھارست نہیں صحیح کتابوں میں بات یوں لکھی  
جو طاعت بتا رہی ہیں اوٹھ وی مقبول نہیں حق کو در کہ میں  
درست نہیں ان کی ہی صورت صلوٰۃ نکاح اور حج اور صدقہ زکوٰۃ  
فہم جو کہی ہیں اوٹھ جانور وی مقرر دار آویں ہیں بوجہ  
بیان اب کسٹ میں مسائل کہیں کہ یہ بیرون ہر یک سے اہل کتب  
میں اور خدایہ سن اوٹھ صفا کتابوں کی یاد دہانی کے لیے

کتاب یک مرافق کمرن میں تھا کہ تاہم دیر محکوم زیادہ ثواب  
سختی تم دلورنسی سخری لکراہ مسائل میں چالیس سو چار  
وی ہیں مرد و عورت کون بڑی فر سنو ہاں دلیہ یہ تیرے رضا  
اگر یہ مسئلہ آویں جسے خون پر ہی لازم کیا دوا کی  
اگر لکریا لکریا بالغ ہو گئے کہ نادانگی سین وی قانع ہو گئے  
پیشہ جہاں پر چھان اوٹھ سوا بتا دین تو ایمان رہو یہ حال  
اگر وی زبانیں کہیں یہ سختی مسائل تک بوجہتی ہیں جن  
تو ایمان اوٹھارست نہیں صحیح کتابوں میں بات یوں لکھی  
جو طاعت بتا رہی ہیں اوٹھ وی مقبول نہیں حق کو در کہ میں  
درست نہیں ان کی ہی صورت صلوٰۃ نکاح اور حج اور صدقہ زکوٰۃ  
فہم جو کہی ہیں اوٹھ جانور وی مقرر دار آویں ہیں بوجہ  
بیان اب کسٹ میں مسائل کہیں کہ یہ بیرون ہر یک سے اہل کتب  
میں اور خدایہ سن اوٹھ صفا کتابوں کی یاد دہانی کے لیے

کہ پہلی صفت اوسمیں ہے کہ یہی بنان جیہ چیز تائی صاحب دھج  
 تائی دوبر صفت کا سنو تم بیان تیار لکھ تائی زبان بن عیان  
 صفت تیسری دوی بردار ایا یہ دفتو نہی اوسکو پچھانان  
 چہا زرم صفت چہ سرفراز خدا بریک شیعہ نہیں قدرت ہی اسکی سدا  
 صفت پانچویں تم سنو کا ن سرن وی جہا بسو سفای بن کا سنون  
 پتھرتی صفت گورن میں سر پر مگر کہ وی دیکھت تائی سدا انکھ پتھرتی  
 صفت ساتویں بیج پوہی لیا سجدہا اسکی خواہش نہیں دیر  
 یہ صفت خدا میں پوری ہوگی خدا اپنے ہائی جگہ نور توحش وی  
 پہنچت پھر با تائی کھنڈن ساغہ ریگ مسلمانکی ہی بنا پانچ رہی  
 کہ کلام شہادت نسو کہوی پہل تو سنت جماعت کا وی اہل  
 ادبیت طیبہ نہیں توحید کا کہ اس بعد سنزیم و تجید کا  
 یہی دوجی بنا کا سنو تم آواز فرض ہی تو پسر سوروز نماز  
 زکوۃ پوسد پھر آتینی مال کی کزار و تیرا حج ہی یکساں کی  
 درگاہ تائی پانکی ہی صفت خدا انجکون کہنی کی دیوی ہمت



کہ چہیلی صفت پر سولیا دیتیں جو وہوئے سے مست پر ایما ورن  
 موئے پیچ سون اور ہنسان سورضی <sup>اچھ</sup> اری بندی کیو کر تو غافل <sup>رہو</sup>  
 یہ ایمان کی صفت ہوئی تمام <sup>مسنو بعد اس کی</sup> ہر دور جہا ملام  
 بیان اب کرو میں فرائض نما <sup>مچی دیوی توفیق مسدود</sup>  
 فرائض نماز کے یہ چودہ سوس کہ ساتھیں شرائطی <sup>ست رکن</sup>  
 اول پاک جہاد و مچی پاک حکم <sup>تجی</sup> فرض کبریٰ تو سب پاک  
 چوتھا فرض ہی یہ نماز کے بہتر کہ ہی اپنی عورت کو نہ کرنا ستر  
 فرض پانچواں ہی سو کرے نیت <sup>پہننا</sup> فرض ہیکہ پچانوشت  
 فرض ساتواں ہی سو قبلہ <sup>کچھان</sup> یہ ساتوں شرائط کی <sup>بیان</sup> فرضیں  
 پہلا رکن ہیکہ نماز میں یہ <sup>اول</sup> تو زبانیں سو تکبیر  
 دو چار فرض تم کو سورھان <sup>کھڑا</sup> قرات ہی سو پڑھنی فرض <sup>پہننا</sup>  
 چوتھا فرض جانور کو غ کوں سو تم <sup>پچھون</sup> سجدہ کرناں <sup>پچھون</sup> فرضی  
 چھٹی فرض اذ پر ستر اکہونگہ <sup>کہ</sup> پتھو سو آخر <sup>کی</sup> تم قابو رہ  
 فرض ساتھی پر سولیا و اعتبار <sup>کہ</sup> فعل <sup>میں</sup> اس میں آبان بہار



پچھ ہون ہیں فرض میں وہ چاکر ٹھوکر سہ ہو  
 اور وقت کا ہرگز بان توں دو جاوے تھیں سہی جانی توں  
 تیجا فرض ہے رنگ بن مست پے نکھا یہاں ہرگز نہ ہست کے نزدیک جا

در بیان کر سہ کو یہ  
 کہوں میں بنی کی سراب کر سہی ان ہونگی اندر جو چا مر لیاں  
 شہزاد بن عبداللہ بنکی مکر پچھ ہو مطلب میں کے سر کر سہی  
 بھیجے مامی جی تری عبد اللہ یہ کر سہی چار میں کہیاں سو  
 شہزاد ہر کون آئیں کر کر چار سو چار بیان اب ہر چہ

در بیان مذہب چاہ  
 کہ مذہب چاروں ہن برحق سہی حنیفہ سواد روجی  
 پچھ ہون با لکی کاسو تی کسو چوتھا حنیفہ ہی ایموس سنو  
 کر سہی سب لکھیں ہون لیا صنف مسعودی میں بیان جو  
 اوپیکر میں ہون سنو سنو خبر کر موٹے شو مر جاوے قسٹ  
 اگر خدای ایاں سب سستی وہ ہو جوتہیں ستم علمیت  
 پچھ ہون سب لکھیں ہون لیا صنف مسعودی میں بیان جو



ہی دوجی نشانی رکھو یاد دوڑوں اسکی نگہوڑی ہو <sup>کشاو</sup>

بچے ہو جو اس میں نشانی ہی کہ ہدی عرق نہ ہیں بیانی <sup>سہی</sup>

یہ تیشوں نہ نیاں ہو جس اثر اونی حق کا گاہ میں پایا <sup>اچ</sup>

ہی ایسا جس کا سلاست نہی نہانی جو ہیں تین اسکی <sup>دیں</sup>

اولیہ نشانی کہ جب وی مرے اویہ وقت آواز خراگرتی <sup>ہو</sup>

دوجی یہ نشانی دسی وقت تو سیاہ اسکی ہو جاوے دوڑوں <sup>ہو</sup>

نشانی ہی اس میں جو خواہر کہ رنگ اسکی چٹپکا ہووی <sup>تقر</sup>

آویہ میں پر موت آوی جسے قیامت میں مشکاں <sup>اوی</sup>

ازی ٹوٹاں تم یہ دانگو دعا کہ ایمان رہتے ہیں <sup>بلد</sup>

یہ ساری مسائل کہنی میں تمام زبرکت محمدی اکرام <sup>کون</sup>

یہ ساری مسائل کہنی میں تمام زبرکت محمدی اکرام <sup>کون</sup>

یہ ساری مسائل کہنی میں تمام زبرکت محمدی اکرام <sup>کون</sup>

یہ ساری مسائل کہنی میں تمام زبرکت محمدی اکرام <sup>کون</sup>

یہ ساری مسائل کہنی میں تمام زبرکت محمدی اکرام <sup>کون</sup>

یہ ساری مسائل کہنی میں تمام زبرکت محمدی اکرام <sup>کون</sup>

یہ ساری مسائل کہنی میں تمام زبرکت محمدی اکرام <sup>کون</sup>

[۳]

اگلے صفحات میں اس مثنوی کا پورا متن توضیحی حواشی کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے

(۱) اول اسم اللہ میں بولون شتاب

شروع میں کروں ایک ہندی کتاب

(۲) سو بات میری سو دلچان سو

مکناؤں میں دل سو سحان سو

(۳) سراوار او سکون ہی سب یہ نکھان

وی صاحب ہی بیٹا ہور بیمکان

(۴) شب و روز اوسکی کہوں میں ثنا

جو دونوں جہان بیچ ہی رہا

(۵) کرو بندگی اوس رب کے عالم سہی

کہ جسکی نہیں محبوب احمد نبی

(۶) خدا محکوں توفیق دیوی اگر

تو تعریف اونکی کروں میں مگر

(۷) محمدؐ دونوں حکمیں سردار ہیں

کہ یوم الحشر کون وہی بار ہیں

(۸) اونسونکی سو سنت بحالیاؤ تم

کہ تاروز جست میں جاؤ تم

- (۹) درو دل او سون سر پھڑو دل اور ، ب  
کہ پھڑو پس جسم میں اپنی مسکات
- (۱۰) نسیم صفت کیے بعد سون بیان  
حقیق میں مسائل سو ہو سے عیان
- (۱۱) ہاں اب کروں دہان ہندوی  
مباح میں بیان کھو ہاں مسوی
- (۱۲) کتاب کے موافق کہوں میں جواب  
کہ ناہووی محکون ، سادہ ثواب
- (۱۳) سخن نہ دلویں سرور اب  
مسائل ہیں چالیس ہو چار اب
- (۱۴) وی ہیں مرد و عورت کون ہو جیٹی فرص  
سو بھائی دلہن یہ میری عرض
- (۱۵) اگر یہ مسائل ہ ویں جسے  
تموں پسر ہی لارہ سکھاؤ اوسے
- (۱۶) اگر لڑکا یا لڑکی بالغ ہووے  
کہ نہ نادانگی میں وی فارغ ہووے
- (۱۷) پیچھین جا کیے پوچھن اونونکوں سوال  
بتاویں تو ایمان رہوے بحال

- (۱۸) اکر وي زبسانميس کهن يسه سخن  
مسائل نه يک بوجتي هيس همس
- (۱۹) تو ايمان اونکا درست بهيس صحي  
کتابون منيس بات يونسکر کهي
- (۲۰) جو طاعت عبادت بهي کيے هي اونے  
وي مقبول نهيس حق کيے در که منيے
- (۲۱) درست نهيس اونکي بهي صوم و صلوة  
نکاح اور حج اور صلوة زکوة
- (۲۲) ذبح جو کيے هيس اونے جانور  
وي مردار هرتيے هيس بوجو بشر
- (۲۳) بيان اب کسرون ميس مسائل کتيس  
که سمجھاؤن هر يک سو جاهل کتيس
- (۲۴) ميس اول خدا کيے سناؤن صفات  
کتابونکي اندر وي لکھنيس هيس سات
- (۲۵) که پھلي صفت اوسميس هيکي بهي  
بنان جيو جيتا هي صاحب و هيے
- (۲۶) بهي دوجي صفت کامنوتم بيان  
خدا بولتا هي ريسان بن عيمان

- (۲۷) صفت تیسری وی سو داننا اہی  
 بہ صفتونسیں او سکوں پچھانان اہی
- (۲۸) چہارم صفت ہی سو قادر خدا  
 ہر پک شے میں قدرت ہی اسکی خدا
- (۲۹) صفت پانجمی تم منو کان منو  
 وی صاحب سو ستا ہی بن کانسون
- (۳۰) چھٹی صفت کون میں سو یونکر سنا  
 کہ وی دیکھنا ہی سو انکھیوں بن
- (۳۱) صفت سابعی پیچ پوہیں لیا  
 جو تھا اسکی خواہش میں سب وی کما
- (۳۲) بہ صفت خدا مینی پوری سو کیے  
 خدا نے بھی محکوں تمویق دی
- (۳۳) سخن پھر زبانیں کہوں سانچہ ری  
 مسلمان کی ہی بنا پانچہ ری
- (۳۴) کہ کلمہ شہادت سو کہوی پھل  
 تو سنت جماعت کا ہوی اہل
- (۳۵) اوسے سات طیب نیں توحید کا  
 کہ اس بعد تنزیہہ و تمجید کما

- (۳۶) بهي دوجي بنا ڪا سٺو تم آواز  
فرض هي ٿم وڻهر سو روزه و نماز
- (۳۷) زڪوسه ديو سو پهر آڻني مال ڪي  
ڪڏارو ٿميس حج بهي پڪسال ڪي
- (۳۸) ذڪر سات ايمان ڪي هي صفت  
علا محڪون ڪهي ڪي ديو هي صفت
- (۳۹) اول لياؤ ايمان اوس رب ستي  
جو يي شسه يي مثل هي سب ستي
- (۴۰) ڪه دوجڪ ميس اوسڪي نهيس ڪو مثل  
نهيس اوسڪون ماباپ نين هي نسل
- (۴۱) بهي لياؤ فرشتون سيم ايمان ٿميس  
وه قسالم هيس رب ڪي سو فرمان سيم
- (۴۲) انون ميس فرشتي پڙي چهار هيس  
مراتب اونون ڪي سو سيمار هيس
- (۴۳) ڪتابون سيم ايمان لياؤ سبي  
جو نازل خدا نهن ڪيان هر نبي
- (۴۴) ڪه ايك سو نيس چوده سو نازل ڪيان  
امان چار پڙهان هيس اوس درميان

- (۴۵) کسه توریت انجیل تیجی زیور  
چهارم هی فرقان کلام غفور
- (۴۶) پیچیس لیاؤ ایمان از انبیا  
سون پهل آدم کون رتادیا
- (۴۷) روانیس رسولونکون کرنان شمار  
که هیس بعضی یلک لاکه چوبیس هزار
- (۴۸) یسه پیغمبری سیکي تون کر قبول  
که آخر سو هینکي محمد رسول
- (۴۹) پیچسم لیاؤ ایمان قیامت بدل  
که جسدن وه صاحب کریکا عدل
- (۵۰) بعد از موتکي پهبیر بخشیکا جان  
وهی دن کرو یاد ای مومنان
- (۵۱) جهشی صفت هیکي یسه ایمان میس  
تونیکي بدی بوجه رحمان سیس
- (۵۲) خدا راضی هونسا هیس نیکي مهیس  
بدیکسون وه رب نیس قبولی نهیس
- (۵۳) که پجهالی صفت پر مو لیاؤ یقیس  
چو رهوی سلامت یسه ایمان و دیس

- (۵۴) موي پڇهون اوڻهنال سو هر حق اهي  
اري بندي ڪيون ڪر تو غافل رهي
- (۵۵) به ايمان ڪي صفت هري تمام  
سنو بعد اسڪي سو دوجا ڪلام
- (۵۶) بيان اب ڪرو نميں فرائض نماز  
مجي ديوي تسو فيق رب به نماز
- (۵۷) فرائض نماز ڪي به جموده سو سن  
ڪه سات هيں شرائط تي سات هيں رڪن
- (۵۸) اول پاڪ حسا دوجي پاڪ حڪه  
تيحافرض ڪپري تو سب پاڪ رڪه
- (۵۹) چوتها فرض هي به نماز ڪي بهتر  
ڪه هي اپني عورتڪون ڪرنا ستر
- (۶۰) فرض پانچمان هي سو ڪرني نه  
جهڻا فرض هيڪا پڇهانو وقت
- (۶۱) فرض ساتمان هي سو قبله پڇهان  
به ساتون شرائط ڪي ميں بيان
- (۶۲) پهلا رڪن هيڪا سمار بيچ به  
اول تو زبانيس سو ٽڪير ڪه



- (۶۳) دوجا فرض تمکون سورھن ان کھڑا  
 قسرات هي سو پھرنی فرض قسرا
- (۶۴) جوتھا فرض جانور کوع کون سو تم  
 پچھون سجدہ کرناں هي فرضي پنجم
- (۶۵) جھٹی فرض اوپر سو را کھونگہ  
 کہہ بیھو سو آخر کي تم قاعدہ
- (۶۶) فرض سائمي پر سو لیسو اعتبار  
 کہہ فعل مصیلے میں آناں بہار
- (۶۷) یہ جودہ نماز کي فرض جان توں  
 کہہ ساتوں شرط سات ارکان توں
- (۶۸) وضو کیے فرائض تمون اب سنو  
 رکھو پاد انکون اري مومنو
- (۶۹) فرض چھار ہینکني طہارت منیر  
 یہ ایسا هي قرآن کیے آیت منیر
- (۷۰) اول دھو تم مہ کنیر اس مثال  
 تھوریمیر کہہ بھیکي پیشانیکی ہال
- (۷۱) دوجا فرض جانو اسے سات کون  
 کھننی تک سو دھوؤ دونوں ہاتھ کون

- (۷۲) تیجا فرض ہے سرکوں کرنان مسح  
کتہ بوسمیں لیائی ہی چوتھا حصہ
- (۷۳) فرض چار ماہ ہیں کہ دونوں سو پٹ  
وی دھریے تمونکوں سو ٹعنوں تلک
- (۷۴) غسل کایکان اب کروں نیز میں  
فرائض غسل میں سو مہ جبر ہیں
- (۷۵) اول غرغرا کر پاک پانی میں  
دو جہا ذال پانی سو توں ناک میں
- (۷۶) تیجا فرض ہے ذات ساری مسل  
جو ساقط ہو وی تیری سرسین عمل
- (۷۷) فرض اب تیمم کیے کھویں ہمیں  
کہ ہندی زبان بیچ سمجھو تمیں
- (۷۸) اول پاک جا کیے کوں کرے طلب  
دو جہا فرض نیت کیتس ہو جہ اب
- (۷۹) تیجا فرض ہی ہات مار بھوں اوپر  
پہرا توں اول مرتبہ موں اوپر
- (۸۰) دو جہی مرتبہ ہر زمیں مار ہاتھ  
مسح کر دو ہاتھوں کوں کہنی کے ساتھ

(۸۱) ٻڃھون ھيس فرض تين روزہ ميس

وہ چائ تيمونڪون ميسے ٻو جنيسے

(۸۲) اوّل وقت ڪاھو نڪھه ٻان ٿون

دو جافرض نيت سھي جان ٿون

(۸۳) تيجافرض ھيے دنڪون مت پے نڪھا

بھي ھر ڪر نصيحت ڪيے نزدېٺ جا

### دريان ڪر سي گويد

(۸۴) ڪھون ميس ٺي ڪيے سو اب ڪرسيان

ڪتابونڪي اندر جو چارون ٿيان

(۸۵) محمد بن عبداللہ ھينڪي مڪر

ٻڃھو مطلب ھيس ڪيے سو ڪرسيے ڊڪر

(۸۶) تيجي ھاشمي چوتھي عبدالصاف

يہ ڪرسيان چارون ميس ڪھيان سو صاف

(۸۷) سخن پھر ڪھون ايلڪ ڪر ڪر چار

سنو مومنان اب سو مذهب چھار

### دريان مذهب چھار

(۸۸) ڪہ مذهب چھارون ھيس ھر حق سھي

حنيفہ سو اوّل دوجي شافعي

- (۸۹) پڄھون مالڪي ڪيا سو تيجا ڪنو  
چوتها جنيلي هي ايمون سو
- (۹۰) ذڪر يه مسائل منيس پون ليا  
صلوة مسعودي ميں بيان جو ڪيا
- (۹۱) اوسڪي ميس ٽمڪون منساون خبر  
ڪه مومنه سو مرجاوي جسوقت پر
- (۹۲) اگر جاري ايمان سلامت ستي  
وه بوجهو تميس سه علامت ستي
- (۹۳) پهلي هوي نشانيه يه اوسڪي مهان  
هووي اوسڪي اٽڪهيونيس پانيه روان
- (۹۴) بهي دوجي نشانيه يه راکهو سوياد  
دونون اسڪي نڪوڙي هوويں ڪشاد
- (۹۵) تيجي بوجو اسيس نشانيه بهي  
ڪه بهيڪي عرق سس پيشانيه سهي
- (۹۶) يه تينون نشانياں هوويں جس بهتر  
اونيه حق ڪيه درڪاه ميس پايا اجر
- (۹۷) بهي ايمان جسڪا سلامت نهيس  
نشانيه جو هيس تين اسڪي بهيس

- (۹۸) اَوَّلَ يَهْ نَشَانِيْ كَهْ جَسْبُ وَيْ مَرِيْ  
اوسِيْے وقت اوار خبر کيا کري
- (۹۹) دوجي يه نَشَانِيْ دسي وقت موت  
مياہ اوسکي هو جاوِيں دونوں سو هونٹ
- (۱۰۰) نَشَانِيْ يهي اسمیں بوجھو اعرير  
کَه رَنک اسکي جسيکا هووي تعير
- (۱۰۱) اوسِيْ حال پرموت آوي جسيے  
قيامت میں مشڪل پڙيکي اوسِيْے
- (۱۰۲) اري مؤمنان تم يه سانکُو دعا  
کَه ايمان سلامت سِيں ليچِيں بلا
- (۱۰۳) يه ساري مسائل کي ميں تمام  
زبیر کست محمد نبي الکرام
- (۱۰۴) يه ساري مسائل کون بوجو تمیں  
کَه بند کي تماري سو رب کون کهيں
- (۱۰۵) يه بوجي بنان کچه عمل نهیں روا  
اري بندي بازيے ميں مت دن کنوا
- (۱۰۶) علم کي طلب ميں رهو روز و شب  
تو پاؤ مراتب بهوت نزدیک رب

(۱۰۷) خدا یا بخش سب مسلمان کون

کہ دنیا میں لیجیسی یا امداد تون

(۱۰۸) کہی رحمت اللہ ای رب الرحیم

محبی دیں پر رکھہ سدا مستقیم

تمت بالخیر والحمد لله على ذلك

[۵]

لفاظ کے معانی اور ان کا جدید املا:

(۱) بولون = بولوں مین - میں کروں - ہندی - ہندی

(۲) میری = میری دلجان - دل جاں لگاؤ - لگاؤ تمہیں = تمہیں

(۳) اوسکوں = اس کو جہی - ہے کہہاں - دی وہ بیشکل - بے

مثل ... ہور = اور ... جہکان - بے مکان

(۴) اوسکی = اس کی ... بچ = درمیان میں ... جہی = ہے

(۵) بندگی = بندگی اوس = اس بھی = سبھی جسکی = جس کے ہمیں

= ہیں نہی = نہی

(۶) مجھوں = مجھ کو ... دیوی = دیوے اگر = اگر اونیکی = ان کی

مکر = مکر

(۷) جگمیں = جگ میں ... کون = کو ... جہی = جہی

(۸) اونہکی = انہوں کی ... لیاؤ = لاؤ ... مین = میں

(۹) درودان = درود ... اونون = ان پہو = پڑھو لیجاویں = لے

جائیں ... اپنی = اپنی سنکات = ساتھ

(۱۰) کے = کے .. بولون = بولوں ہوئے = ہوئے

(۱۱) بین = بیاں . زبان = زباں ہندوی = ہندوی . سیں =

سے بتیان = باتیں لکھوں = لکھوں مثنوی = مثنوی

(۱۲) کیے = کے کہوں = کہوں مین - میں کہتا - تاکہ ہودوی =

ہوئے، ہو..... جگہوں = جگہ کو

(۱۳) دلوسیں = دلوں سے، دل سے..... ہوئے اور

(۱۴) وی = وے، وہ . یو جھی = پوچھنے کون = کو . بہائی = بھائی ..

دلسین = دل سے . میرے = میرے

(۱۵) آوین = آویں، آئیں جیسے = جسے، جس کو تمون = تم . ہی = ہے

سکھاؤ = سکھاؤ اوپے = اُسے

(۱۶) لوکا = لڑکا . لوکی = لڑکی . ہووے = ہوئے، ہو نادانگی - نادانگی

سیں = سے وی - وے، وہ

(۱۷) پچھیں = پوچھیں کیے - کے پوچھن - پوچھن، پوچھنا اوکون =

اُن کو .. بتاوین = بتائیں . رہوے = رہے

(۱۸) وی = وے، وہ..... زبانسین = زباں سے . کہن = کہنا یو جھی =

پوچھتے . ہمن = ہم

(۱۹) اوکا = اُن کا مچی = صحیح . منیں = میں یونکر - یوں کر یعنی اس طرح

... کہی = کہی

(۲۰) بھی = بھی ... کیے = کی . مچی = ہے . اوپے = اُن نے، انھوں نے

.. وی = وے، وہ .. ورکہ = ورگاہ ... مپے = میں

(۲۱) انوکھی = اُن کی ..... بھی = بھی

(۲۲) کی = کیے اوپے = انھوں نے . وی = وے، وہ ... ہوپے =

ہوتے..... یو جو = یو جھو

(۲۳) کروں = کروں کتیں = کتیں سمجھاؤں = سمجھاؤں ہر ایک ہر ایک

(۲۴) کیے = کی۔ سناؤں = سناؤں کتابوں کی = کتابوں کے وی = وی، وہ لکھیں = لکھی

(۲۵) اوسیں = اُس میں ... ہیکی = ہے گی۔ یہی = یہی بناں جیو = جی کے بغیر، زندگی کے بنا جیوتا مہی = جیتا ہے۔ وہی = وہی

(۲۶) یہی = بھی ..... دوجی = دوجی، دوسری ..... مہی = ہے

(۲۷) تیرے = تیری وی = وی، وہ اچھے = ہے مفتوئیں = مفتوں سے اوسکوں = اُس کو پہچان = پہچانا

(۲۸) ہے = ہے شے = شے، چیز عی = ہے اسکی۔ اس کی

(۲۹) پانچھی = پانچویں ... سون = سون، سے۔ وی = وی، وہ۔ مہی =

ہے۔ بن کانسوں = بن کانسوں، کان کے بغیر

(۳۰) چہتی = چھٹی۔ کون = کو۔ یوکر = یوں کر یعنی اس طرح .. وی =

وی، وہ دیکھتا = دیکھتا مہی = ہے اکھوں = آنکھوں بنا

= بغیر

(۳۱) ساتھی = ساتویں .. یوہیں = یونہی ..... تھا = تھا اسکی = اُس کی

وی = وی، وہ

(۳۲) مہنی :: میں نے۔ پوری = پوری، مکمل، تمام ... کیے = کی ہے =

نے ..... یہی = یہی ..... جگوں = مجھ کو۔ دی = دی

(۳۳) پھر - پھر زبانیں = زباں سے کھوں = کہوں۔ سانچے = سانچے، سچ

.. ری = رہے۔ مسلمانکی = مسلمان کی۔ نہی = ہے بنا - بنیاد

پانچہ = پانچ



(۳۴) کہوئی = کہے..... پہل = پہلے..... ہوئی = ہووے، ہو

(۳۵) اوہے = اسے، اسی..... سات = ساتھ..... نیں = نے

(۳۶) بھی = دوجی = دوجی، دوسری ہی = ہے تمونپر = تم پر

(۳۷) دیو = دو پھر = پھر آہنی - اپنے کیے = کی گزارو =

گزارو تمیں = تمہیں بھی = یکسال = یک سال

(۳۸) ایمانکی = ایمان کی ہی = ہے محکوں = مجھ کو کہنی = کہنے کیے

= کی دیوی - دیوے، دے ہمت = ہمت

(۳۹) لیاؤ = لؤ اوس = اُس سچے - سچی، پر ہے - بے ہی = ہے

(۴۰) جگ - جگ اوسکی = اُس کی کو = کوئی اوسکوں = اُس کو

ماپ = ماں باپ..... نین = نہیں..... ہے = ہے

(۴۱) بھی - بھی لیاؤ = لاؤ فرشتوںسے = فرشتوں میں، فرشتوں پر

تمیں = تمہیں..... کیے - کے..... میں = سے

(۴۲) اونوں = اُن فرشتی = فرشتے بیوی = بڑے چہار - چار

اونونکی = اُنھوں کے، اُن کے..... میں = ہیں

(۴۳) کتابوںسے = کتابوں سے، کتابوں پہ لیاؤ = لاؤ... سبھی = سبھی، نین =

نے..... کیاں = کی ہیں..... بی = بی

(۴۴) کیاں = کیاں، کی ہیں بیایان = بڑیاں، بڑی اوس = اس

(۴۵) نیجی = نیجی، تیسری ہی = ہے

(۴۶) پیچھے = پیچھے..... لیاؤ = لاؤ سبوں = سب سے پہلے = پہلے

کون = کون، کو..... رتہ = رتہ

(۴۷) نیں = ہے رسولوں کو = رسولوں کو... کرنا = کرنا... بعضے = بعضے

..... ایک لاکھ = ایک لاکھ..... ہزار = ہزار

(۴۸) پیغمبری = پیغمبری سبکی = سبکی توں = تو جھینکی = جھینکی میں گے  
 (۴۹) لیاؤ = لاؤ . بدل = بدل، دل میں جسدن = جس دن کریکا =  
 کرے گا

(۵۰) موتی = موت کے پیر = پیر بخشیکا = بخشے گا وہی - وہی  
 ای = اے

(۵۱) چہٹی = چھٹی . ہیکی = ہے گی نیکی بدی = نیکی بدی بوجہ =  
 بوجہ...سے

(۵۲) راضی - راضی نیکی = نیکی مہیں - میں، سے، کی وجہ سے . بدلیکون =  
 بدی کو ہے = نے . قبولی = قبولے، مانے

(۵۳) پچھلی = پچھلی . لیاؤ = لاؤ . رھوی = رہوے، رہے  
 (۵۴) موی - موئے، مرنے... پچھوں = پچھوں، بعد.. اوٹھناں = اٹھنا...اچھے

= ہے . اری = ارے بندی = بندے . رھے = رہے  
 (۵۵) کیے = کی ہوئی - ہوئی . اسکی = اس کے . دوجا = دوسرا

(۵۶) کرومیں - کروں میں مچی = مجھے دیوی = دیوے، دے  
 (۵۷) کیے = کے...جیس = ہیں...تی = تے، بستی اور

(۵۸) جیسا = جیس، جسم، بدن دوجی = دوجی، دوسری . جکے = جکے تچا =  
 تیسرا... کیری = کپڑے . رکھ = رکھ

(۵۹) چوتھا = چوتھا ہی = ہے... کیے = کے... بہتر = بہتر... اپنی = اپنی...  
 عورتکون = عورت کو

(۶۰) پانچواں = پانچواں ہی = ہے کرے = کرنی . چہٹا = چھٹا بیکا =  
 ہے گا... پچھانو = پچھانو

(۶۱) ساتواں = ساتواں... ہی = ہے... پچھان = پچھان . کی = کیے

(۶۲) ہکا = ہے گا زبائیں = زباں سے کہ = کہہ

(۶۳) تمکوں = تم کو رحمان = رہتا کھوا = کھڑا عی = ہے

بیوٹی = بیوٹی

(۶۴) چوتھا = چوتھا... کوں = کو... بچوں = بچے... کرنا = کرنا... ہے =

ہے... فرضی = فرض

(۶۵) چھٹی = چھٹی راکو = رکھو نکہ = نکہ... جیو = جیو کی = کی

(۶۶) ساتھی = ساتویں، ساتواں لیاؤ = لاؤ... مصلیٰ = ملی سیں =

سے... آنا = آئی

(۶۷) کی = کے

(۶۸) کیے = کے... تمون = تم رکھو = رکھو... انکوں = ان کو... اری =

ارے

(۶۹) صینکی = ہیں گے... منیں = میں... ہی = ہے... کیے = کی

(۷۰) منہ = منہ... کنیں = کو... ٹھوڑی سے = بھیکے = بھیکے

پیشانی = پیشانی کے

(۷۱) دوجا = دوسرا... اسے = اس... کوں = کو... کہنی = کہنی... دھوڑ =

دھوڑ... ہاتھ = ہاتھ

(۷۲) تچا = تیرا... ہے = ہے... کوں = کو... کرنا = کرنا... کتابوں میں

= کتابوں میں... لیاکی = لائے... ہی = ہے... چوتھا = چوتھا

(۷۳) دی = دے، دو... دھوپے = دھونے... تمکوں = تم کو... ٹخنوں = ٹخنوں

(۷۴) کردن = کروں... تہن = تہن

(۷۵) پانی = پانی... سیں = سے... دوجا = دوسرا... ڈال = ڈال... توں = توں

(۷۶) تچا = تیرا... ہے = ہے... ذات = جسم... ساری = ساری

مل = مل . حووی = ہووے، ہو . تیری = تیرے . سیں = سے  
(۷۷) کے = کہیں = کہیں ہمیں = ہم ... حندی = ہندی کچھ  
= سمجھو... تمہیں = تم

(۷۸) کے = کہیں = کو کرپے = کرنی... کتیں = کی.... بوجہ = بوجھ  
(۷۹) تچا = تیسرا . ہی = ہے ہات = ہاتھ بہوں = مٹی پہرا =  
پہرا... توں = تو... موں = منہ

(۸۰) دوجی = دوجی، دوسری . ۷ = پر . ہاتھ = ہاتھ... ہاتھوگوں = ہاتھوں کو  
کہنی = کہنی کے = کے ساتھ = ساتھ  
(۸۱) ہچوں = بعد ازاں منیں = میں... چائی = چاہیے... تھوگوں = تم کو  
سنے = سنے .. بوجیے = بوجھنے

(۸۲) نگہ بان = نگہ بان... توں = تو . دوجا = دوسرا... سکی = صحیح  
(۸۳) تچا = تیسرا... ہے = ہے... دگوں = دن کو . پے = پی . نگہا =  
نہ کھا . بکی = بھی... مر = ہر... کے = کے

(۸۴) کہوں = کہوں... نبی = نبی... کے = کی... کرسیاں = کرسیاں  
.. کتابوکی = کتابوں کے... لیان = لیا

(۸۵) منگی = ہیں کے . کر = کر . ہچو = بعد میں . کے = کے کرپے  
= کرسی... دکر = دکر

(۸۶) تچی = تچی، تیسرے . ہاشمی = ہاشم... چوچی = چوتھے کہیاں =  
کہی ہیں... صاف = واضح

(۸۷) پہر = پہر... کہوں = کہوں... پچار = سوچ، غور

(۸۸) چہارون = چاروں... سکی = صحیح... خفیہ = خفیہ... دوجی = دوجے، دوسرے

(۸۹) ہچوں = بعد میں... مالکی = مالکی... تچا = تیسرا... کنو = گنو چوتھا

= چوتھا حنبلی = حنبلی عی = ہے ایومن - اے مومن

(۹۰) منیں = میں..... یوں = یوں

(۹۱) اوسکی = اُسی کی تمکوں = تم کو جاویے = جاوے، جائے

جسوقت = جس وقت

(۹۲) جادی - جادے، جائے ستی = سے، ساتھ بوجھو = بوجھو تمہیں = تم

(۹۳) پہلے = پہلی... ہوی = ہو نشاے = نشانی.. اوسکی = اس کی

مہاں = بڑی ہووی = ہووے، ہو انکھوئیں = آنکھوں سے

پاے = پانی

(۹۴) ہی = بھی... دوجی = دوسری نشاے = نشانی راکھو = رکھو

اسکی = اس کی... گسوڑی = تک سوڑی... ہوویں = ہو . کشاد = کھلی

(۹۵) نیچی = تیسری بوجھو = اسیں - اس سے نشاے - نشانی

بھی = بھی . بھکی = بھگی . میں - سے . پیشاے - پیشانی .

سہی = صحیح

(۹۶) ہوویں - ہوں اوئے - اُن نے، انھوں نے . کیے - کی درکاہ - درگاہ

(۹۷) ہی = بھی جھکا = جس کا نشاے = نشانی اسکی = اس کی

مہیں = بڑی

(۹۸) نشاے = نشانی . وی = وے، وہ . مرے = مرے اوپے = اُسے،

اُسی... کری = کرے

(۹۹) دوجی = دوجی، دوسری... داسی = نظر آئے.. اوسکی = اُس کے... جاویں =

جائیں..... ہونٹ

(۱۰۰) یہی = یہی . اہیں = اس میں .. بوجھو = بوجھو .. رنگ = رنگ ..

اسکی = اس کے .. جھیکا = جھٹکا، جسم کا .. ہووی = ہووے، ہو

(۱۰۱) اوی = اس، اسی..... حال پر = حال پر ..... آدی = آوے، آئے جیسے

- جسے پڑیکی - پڑے کی اویسے اے

(۱۰۲) اری = ارے مانگو = مانگو سیں = سے لیجیں = لے جائیں

(۱۰۳) ساری = سارے..... کیسی = کیسے..... فی = فی

(۱۰۴) کوں = کو بوجو = بوجو تمیں = تمہیں بندکی = بندگی

تماری = تمہاری

(۱۰۵) بوتی = بوجھے بناں - بنا، بغیر کچے - کچھ اری = ارے

بندی = بندے..... پڑے = بازی..... گنوا = گنوا

(۱۰۶) کیسے = کی رھو = رہو بہوت = بہت

(۱۰۷) سیں = سے لیجیں = لے جائیں کون = کو تون = تو

(۱۰۸) کھی - کہے ای = اے جی = مجھے رکھہ = رکھ

[۶]

یہ مثنوی ایک سو آٹھ (۱۰۸) اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں چوالیس فقہی مسائل کو موضوعِ سخن بنایا گیا ہے۔ شاعر نے مثنوی میں تین مرتبہ اپنی زبان کو ہندی / ہندوی کہا ہے۔ مثنوی کے شعری اسلوب پر پنجابی کارنگ گہرا اور نمایاں ہے۔ اس کی لسانی قضا میں پنجابی لفظوں کی بنت کاری دیدہ زیب ہے۔ بہت قدیم ہونے کے باوجود اس کی زبان انتہائی سادہ اور عام فہم ہے۔ البتہ اسلا کی روش، موجودہ دور میں مروج طریقہ اسلا سے خاصی مختلف ہے۔

مثنوی کی ابتدا حمد یہ اشعار سے ہوتی ہے، جن کی تعداد چھ ہے۔ تین اشعار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح و توصیف میں ہیں۔ تہمید پندرہ اشعار کو محیط ہے۔ مسائل انسٹھ (۵۹) اشعار میں بیان ہوئے ہیں۔ تیس (۲۳) شعر دو عنوانات کے ذیل میں مرقوم ہیں، جبکہ آخری دو شعر دعائیہ ہیں۔

رواج کے مطابق مثنوی میں دیئے گئے عنوان فارسی زبان میں لکھے گئے ہیں۔ مثنوی بحر

مقارب محذوف رکسور میں لکھی گئی ہے۔ مثنوی کے بعض مصرعے ساقط الوزن ہیں۔ اگر ان میں سے کچھ الفاظ کو قدیم ردش املاً کے برعکس موجودہ دور میں مروج املاً اور تلفظ کے مطابق پڑھا جائے، تو وہ مثنوی کے وزن پر پورا اترتے ہیں۔

[۷]

بیاض کے صفحہ اول پر بیاض کے مالک نے مجموعہ رسائل فارسی و عربی لکھ رکھا ہے۔ بیاض کے زیادہ تر رسائل ناقص الاول اور آخر ہیں۔ البتہ رسائل کے مندرجات سے بعض رسالوں کے کوائف متعین کرنے میں مدد ملتی ہے۔

اس بیاض میں تصوف کے بعض ایسے رسائل بھی موجود ہیں، جو اہل نظر کے لیے سامان دیدیے ہوئے ہیں۔ ان میں بعض ایسی کتابوں کے اقتباسات اور حوالے آئے ہیں، جو اب گردش زمانہ سے ناپید ہو گئی ہیں۔

بیاض کے جامع اور مرتب نے، جو دواڑھائی سو سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے، بیاض کی خالی جگہوں پر حاشیہ آرائی کی ہے۔ اس کے یہ مطالعاتی اقادات بذات خود بہت اہمیت کے حامل ہیں اور اس کی علم دوستی اور وسعت نظر کی غمازی کرتے ہیں۔ [سحیف نامہ مجلہ شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج،

لاہور، شمارہ ۲، ۱۹۹۲ء۔ ۱۹۹۳ء]

حواشی اور حوالے:

(۱) اذکار ابرار (اردو ترجمہ مکرار ابرار: مرتبہ محمد غوثی شطاری): فضل احمد جیوری (مترجم): اسلامک

فاؤنڈیشن، لاہور: ۱۹۷۵ء

(۲) یاد اہم: مولانا سید عبدالحی: مطبع انسی نیوٹن علی گڑھ کالج، علی گڑھ، ۱۹۱۹ء، ص ۵۰-۵۱

(۳) حزنائب رحمت اللہ (قلمی)، بخروندہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اُردو، کراچی، بحوالہ تاریخ ادب

اُردو (جد اول): بوڈاکٹر جمیل جالبی: مجلس ترقی ادب، لاہور: ص ۱۰۶

(۴) سحاب میں اُردو: حافظ محمود شیرانی، مکتبہ معین الادب، لاہور: پارہ دوم، ۱۹۳۹ء، ص ۲۰۷

(۵) شیخ عزیز اللہ التوکل کے پانچ بیٹے تھے: شیخ سعد اللہ، شیخ رحمت اللہ، شیخ حسن سرمست، شیخ نصر اللہ

اور شیخ شہر اللہ بحوالہ مکرار ابرار: محمد غوثی شطاری

(۶) اذکار ابرار: فضل احمد جیوری: اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور: پارہ دوم، ۱۹۷۵ء، ص ۲۰۴

## خلاصۃ المفوائد:

### سلسلہ چشت کا ایک اہم مجموعہ ملفوظات

[۱]

خلاصۃ المفوائد قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی کے ملفوظات گرامی کا مجموعہ (۱) ہے۔ اس دور بے بہا کے مرتب اور جامع قاضی محمد عمر حکیم سیت پوری ہیں، جو حضور قبلہ عالم کے دامن گرفتہ اور فیض یافتہ تھے۔ (۲) وہ قبلہ عالم کی بابرکت مجالس میں حاضر رہے اور ملفوظات کی جمع آوری کو اپنے لیے باعث خیر و برکت خیال کرتے ہوئے ان کی ترتیب و تہذیب میں مگن رہے۔ وہ رقمطراز ہیں:

”مفوضات المحضرت کہ میں عاجز و ناتواں آن سرفراز شدہ و بقلید مہم خود بقید قسم آورده، چه یاراکہ مصمم بہ کلام شریف ازین بی مقدار نحیف بعینہ ادا کرد و بلك بعضی الفاظ را مدعاہم نہ فہمیدہ ام، اماحتی المقدور خود در ترک امراط و تعریض کو شیدہ، عطف بہ لفظ نوشتہ ام کہہ شاید صاحب مطالعہ اہل نسبت باشد و بہ مقتضای رب مبلغ من سامع مدعا حاصل نماید۔“ (۳)

[۲]

خلاصۃ المفوائد اصلاً فارسی میں ہے اور ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ البتہ اس کا اردو ترجمہ چھپ چکا ہے۔ ترجمہ نگار محمد بشیر اختر ہیں۔ ایک سو سولہ صفحات پر مشتمل یہ ترجمہ استقلال پریس، لاہور سے اشاعت پذیر ہوا۔ کتاب پر سنے اشاعت درج نہیں، جس سے معلوم ہوتا کہ یہ ترجمہ (۳) کب منصف شہود پر جلوہ گر ہوا؟

خلاصۃ المفوائد کا پیش نظر مخطوطہ ۵۵ برگ پر مشتمل ہے اور ۱۲۹۴ھ کا مرقومہ ہے۔ مخطوطے کے مالک یا کسی قاری نے اس پر صفحات نمبر بھی لگا دیئے ہیں۔ یوں اب یہ نسخہ ۱۰۹ صفحات پر مشتمل



ہے۔ یہ قلمی نسخہ پیر محمد اجمل چشتی فاروقی (۱) لک کتب خانہ چشتیہ فاروقیہ، چشتیاں شریف) کا مکتوب ہے۔ (۵) اس نسخے کے کاتب امام بخش مہاروی (۲) (ولد حافظ غلام فرید مہاروی (۳) ہیں۔ انھوں نے اس مجموعے کے ترقیے میں لکھا ہے کہ

”احقر المصنف الراحمی الی رحمة اللہ فعال للمایرید امام بخش میں  
حضر ت حافظ غلام فرید عمرانیہ لودیدیہ والامتادیہ والمشاغیہ  
والسائر المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات والاحیاء  
والاموات بتاریخ سورہ ماہ صیام درسدہ یک ہزار دو صد و دو چہار صورت  
احتتام یافت۔“ (۸)

[۳]

خلاصہ نصوص کا یہ مخطوطہ دو ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول کی دو تفصیلیں ہیں۔ فصل  
اوس قبلہ عام کے ان ملفوظات رائی کا احاطہ کرتی ہے، جن کی سماعت خود فاضل مؤلف نے کی۔  
اس حصے میں ۹۷ مجالس کی روداد شامل ہے۔ ان ملفوظات کی جمع آوری کا سلسلہ کس سنہ میں آغاز  
ہوا، مرتب نے کہیں بھی اس راز سے پردہ نہیں اٹھایا اور نہ ہی اس مجموعے سے کہیں یہ اشارہ ملا کہ  
گل چینی کا یہ عمل کب تک جاری رہا؟ خلاصہ الموائد دن، تاریخ اور سنہ کے تعین سے بھی محروم  
ہے۔ لے دے کر ایک تاریخی واقعہ نظر پڑتا ہے کہ جب مجلس میں، فجر جہاں فخر الدین محمد دہلوی کے  
انتقال کی خبر ملی، تو مرتب نے بتایا کہ وہ بھی اس مجلس ملال میں موجود تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ۔

”حاضر ہو ۵۵۔ از وقوع ای واقعہ ہر حاضرین مجلس شریف مگشت  
بجہ مگشت۔“ (۹)

بہ اعتبار ترتیب یہ اس مجموعے کی پہلی مجلس ہے۔ اگر اس مجموعے میں شامل تمام مجالس  
دہائی ترتیب سے مرتب ہوئی ہیں، تو کہا جاسکتا ہے کہ ان ملفوظات کی ترتیب و تہذیب کا کام  
۹۹ھ میں شروع ہوا۔ اس تاریخی منظر نامے کے ساتھ اگر کسی دوسرے تاریخی واقعے کا تعین کیا جا  
سکتا ہے، تو وہ خواجہ نور محمد ناردوالہ کے سانچہ ارتحال سے متعلق ہے۔ ان کے سوا ان مجالس میں کسی  
یہ تاریخی منظر کی تصویر کشی نہیں کی گئی، جس سے سنہ و سال کا تعین ممکن ہو سکے۔ البتہ ماہ و سال

کی عدم تعیین کے باوجود اشراجیلس میں وقت کی تحدید ملتی ہے۔ مثلاً شمس، روزی، وقت ظہر، بعد نماز عشاء وغیرہ۔

[۴]

باب اول کی فصل دوم ان مسائل کو محیط ہے، جو حضور قبلہ عامہ و عالین کی مجلس میں زیر بحث آئے۔ جامع ملفوظات نے مختلف کتب سے وہ عربی عبارات بھی نقل کی ہیں، جنہیں دوران گفتگو قبلہ عالم نے اپنی زبان حق ترجمان سے ارشاد فرمایا۔ مؤلف نے نہ صرف ان اقتباسات کو من و عن درج کیا ہے، بلکہ ان کا فارسی میں خلاصہ بھی لکھ دیا ہے، تاکہ عربی سے نا آشنا قاری بھی ان مسائل کے مالہ و ماعلیہ سے یہ خوبی آگاہ ہو سکے۔ یہ فصل آٹھ فوائد کو محیط ہے۔ ان میں جو مسائل زیر بحث آئے ہیں، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) سجدہ تلاوت کی ادائیگی میں تقدیم و تاخیر کا مسئلہ

(۲) مسئلہ اعتکاف کے بیان میں

(۳) مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث (خلق اللہ آدم علی صورۃ) کے بیان میں

(۴) تفسیر نقرہ کار کے حوالے سے ایک محبت بھری حکایت

(۵) حضرت یوسف اور حضرت زلیخا کے حوالے سے نہایت ہی عارفانہ گفتگو

(۶) رومیت باری تعالیٰ

ایسی طرح ان مسائل کی تشریح و توضیح کے لیے جو کتاب میں مذکور ہیں یا جن کے اقتباسات نقل ہوئے، ان کے نام یہ ہیں: حاشیہ شرح و فایہ التسمیم، مشکوٰۃ شریف، تفسیر نقرہ کار۔

دوسرا باب ان پانچ ملفوظات پر مشتمل ہے، جو مؤلف نے قبلہ عالم کے تین خدام سے روایت کیے ہیں۔ جن میں نقل میں یہ ملفوظات بیان ہوئے، ان میں مؤلف مرتبہ تشریف فرما نہیں تھے۔ ملفوظات

اول کے راوی قبلہ عالم کے خلیفہ خواجہ نور محمد نارووالہ ہیں۔ تین ملفوظات (دو تا چار) کے جامع حافظ محمد جمال اللہ ملتانی ہیں۔ مؤلف خلاصہ احوال نے یہ ملفوظات ان کی کسی بیاض سے نقل کیے ہیں،

جبکہ پانچواں اور آخری ملفوظ حافظ یا محمد داؤد جال کی روایت سے صورت پذیر ہوا ہے۔

خلاصہ عنوان: تنجید عرفان کا اشاریہ اور خزینہ معانی کا اظہار یہ ہے۔ اس کی زبان سستہ اور رواں دواں ہے۔ مرتب نے حضور قبلہ عالم کی گل افشانی گفتار کی مجلس رری میں اپنے حسن قلم کا جادو دکھایا ہے۔ قبلہ عالم ان مجلس میں فارسی میں گفتگو فرماتے تھے، جیسے کہ مرتب نے لکھا ہے کہ "عصہ بہ حصہ ہو شنتہ ام"۔ (۱) جامع ملفوظات نے گفتگو کے جمالیاتی آہنگ و محفوظ کرنے کا جو جتن کیا ہے، وہ قابلِ داد ہے۔ اس ملفوظاتی مجموعے کا آغاز اداسی کی فضا میں ہوتا ہے، مگر مجموعی طور پر اس میں زندگی کے رنگ اور رس کی پھوار پڑ رہی ہے۔ سلسلہ چشتیہ کے صوفیہ کی گویا افشانی کے جو رنگارنگ مناظر مولد العواد، حیر السحنس اور سیر الایمان میں دکھائی دیتے ہیں، ان کی آب و تاب سے خلاصہ السوائد بھی محروم نہیں۔ اس میں تخلیقی طرز احساس کی جواہر رری بھی ہے اور تمدنی حسن خیال کی نمود بھی اور یہی طرز احساس اور تمدنی مزاج زندگی کی معنویت سے عبارت ہے۔

سلسلہ چشتیہ کے دیگر صوفیہ کی طرح حضور قبلہ عالم نے بھی اپنی مجلس میں اپنے پیروں کی تعلیم و تربیت کے لیے مختلف حکایات اور نکات بیان فرمائے ہیں۔ چشتیہ کے ملفوظاتی کتاب میں یہ کتاب بعض حوالوں سے نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ خاص طور پر اس میں چشتیہ کے طبقہ متاخرین کے صوفیہ کے احوال و آثار کا تذکرہ نہایت ہی محققانہ انداز میں ہوا ہے۔

خلاصۃ الموائد کا معتد بہ حصہ فخر جہاں فخر الدین محمد دہلوی کے احوال پر مشتمل ہے۔ اکثر مجالس میں اُن کی زندگی کے کسی نہ کسی پہلو کو بیان کیا گیا ہے، جو طالبانِ حق کے لیے فیضِ سرمدی کا حکم رکھتا ہے۔ اس مجموعے میں بیان کی گئی بعض حکایات تو دیگر کتابوں میں بھی ملتی ہیں، لیکن اکثر واقعات پہلی بار اس مجموعے کے تناظر میں عکس انداز ہوئے ہیں۔ خاص طور پر وہ واقعات یا احوال، جن کا براہِ راست تعلق حضورِ قبلہؐ عالم اور فخر جہاں غریب نواز کے معمولات سے ہے، کہیں اور نظر نواز نہیں ہوتے۔ ان واقعات میں فخر جہاں غریب نواز کے درس و تدریس کا تذکرہ بھی ملتا ہے اور اُن کے بعض اسفار کی تفصیل بھی۔ مثال کے طور پر فخر جہاں غریب نواز نے دہلی سے پاک پتن کا جو سفر کیا، قبلہؐ عالم بھی اُن کے ہمراہ تھے۔ یہ سفر ۱۲- ذی قعدہ کو آغاز ہوا اور

جب وہ پاک تپن میں وارد ہوئے، تو اُس روز محرم کی پہلی تاریخ تھی، گویا کہ یہ سفر سینتالیس (۳۷) یا روایت ہلال کی وجہ سے (۳۵ یا ۳۶) دنوں میں طے ہوا۔ اُس سفر کے دوران میں وہ چار راتیں متواتر پانی پت میں اور آٹھ راتیں لاہور میں جلوہ آرا رہے۔ بقیہ روز و شب دہلی اور پاک تپن کے مابین سفر میں گزرے۔ انھوں نے یہ سفر پیادہ پا انجام دیا اور پاک تپن میں برہنہ پا داخل ہوئے۔ وہ یہاں دو ماہ اور گیارہ دن جلوہ افروز رہے اور پھر دہلی کی طرف مراجعت فرمائی۔

[۷]

چشمیہ سلسلے کی تاریخ اور روایت کے محقق اجل پروفیسر خلیق احمد نظامی (م ۱۹۹۷ء) نے اپنی کتاب تاریخ مشائخ جہشت میں فخر جہاں غریب نواز اور قبلۂ عالم کے احوال و آثار کی تحریر و تسوید میں خلاصۃ المعائد کو پیش نظر نہیں رکھا۔ حالانکہ اس باب میں اس مجموعے کو بنیادی ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔ اس مجموعے کی عدم دستیابی کے باعث اُن سے بعض اہم اور بنیادی امور نظر انداز ہو گئے۔ فخر جہاں کی شفقت اور کرم فرمائی، جو قبلۂ عالم کے حال پر تھی، اُس کا اظہار اتنی عمدگی کے ساتھ کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ملتا، جس قدر شرح و وسط کے ساتھ اس مجموعے میں آیا ہے۔

حضور قبلۂ عالم پہلی بار قلندر بخش نامی ایک طالب علم کے ہمراہ مولانا کی زیارت کے لیے اُن کی حویلی میں حاضر ہوئے، مگر غریب نواز کی عدم موجودگی کی وجہ سے واپس آ گئے۔ اگلے روز ظہر کے وقت قبلۂ عالم تنہا ہی اُن کی زیارت اور قدم بوسی کے لیے اُن کے آستانے پر جا پہنچے۔ حضور قبلۂ عالم کا فرمان ہے:

”وقتِ ظہر تنہا بخدمتِ رختم۔ چون بردِ حویلی شریف رسیدم۔

ہمکی دریاں ہم نشہ بود۔ بنحاضر اندیشیدم کہ نامحرم، جگہ نہ روم؟

لیکن آدمیان بی تحاشا بسیار آمدورفت می داشتند۔ ماہم بیشتر شدم۔

اندرونِ حویلی دیگر دروازہ بود۔ مقابلِ آن دروازہ یک دالاسی بود کہ دران

خود بدولت حضرت مولوی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بر تخت پوش

کہ چاندنی سفید بر آن گسترده و تکیہ کلان نہادہ نشسته اندومرا یک



یہ سب ۱۱۹۹ھ واقع ہے۔ جب کہ حلاصہ مصوات کے دو فوائد میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔ یہ سب میں حافظ محمد جمال مدد متانی نے عرض کیا کہ مولانا سے بیعت ہونے کتنے مصلحت پر چلتا ہے، قبلہ عام نے فرمایا سی و سبع سال۔ پیش نظر مخطوطے میں سی و چہار سال ایک دہائی ہے۔ یہ کتاب کا تہ ف سوعہم ہوتا ہے، کیونکہ ایک دوسرے مخطوطہ برگ ۱۱۹۹ھ میں قبلہ عام نے سی و سبع سال ارشاد فرمایا ہے اور یہی درست ہے۔ یہ محفل ۱۱۹۹ھ میں منعقد ہوئی، چونکہ جس ۵۰۰ سال ہے۔

[۸]

حلاصہ مصوات کے مؤلف پروفیسر ثار احمد فروقی (م ۲۰۰۳ء) نے اپنی اس کتاب میں حلاصہ مصوات کے حوالے سے سات اقتباسات نقل کیے ہیں (۱۳)، لیکن ان میں سے کوئی ایک اقتباس بھی حلاصہ مصوات کے پیش نظر مخطوطے میں موجود نہیں۔ اسی طرح ان کا گزرا محمد بشیر اختر کے متعلقہ مجموعے میں بھی نہیں ہوا۔ پروفیسر صاحب نے اپنی کتاب میں اپنے مملوکہ حلاصہ مصوات سے ایک ناقص قلمی نسخے کا ذکر کیا ہے، لیکن اس کی صراحت نہیں فرمائی کہ یہ اقتباسات انھوں نے اس ناقص نسخے سے نقل کیے ہیں، یا ان کے پیش نظر کوئی دوسرا نسخہ رہا ہے۔ بہر حال جو بھی ہے، یہ اقتباسات حلاصہ مصوات کے نہیں، کیونکہ ہمارے پیش نظر مخطوطہ

(۱) برلی ظ سے مکمل ہے۔

(۲) اس کے کتاب نام بخش مہاروی قبلہ عالم کے خانوادے کے گل سرسبد ہیں۔ انھوں نے حلاصہ مصوات کا پیش نظر نسخہ جس مخطوطے سے نقل کیا ہے، وہ یقیناً مکمل رہا ہوگا۔

(۳) مہاروی یا بخش مہاروی محض کتاب ہی نہیں، گشتیں اسرار اور معجزات جیسی محققانہ

کتبوں کے مصنف بھی ہیں۔ انھوں نے ان کتابوں کی تحریر و ترویج میں بھی حلاصہ مصوات سے اخذ و استفادہ کیا ہے۔ حلاصہ مصوات سے ان کے منتخبات پیش نظر مخطوطے میں موجود ہیں،

لیکن پروفیسر صاحب کے نقل کردہ کسی بھی اقتباس، یا ان اقتباسات کا کوئی نگرانہ کو نہیں۔

(۴) تکملہ سیرالاولیاء کے مؤلف خواجہ گل محمد احمد پوری نے بھی اپنے تذکرے میں خلاصۃ الموائد کے جواقتباسات نقل کیے ہیں، وہ بہ تمام وکمل اس مخطوطے میں موجود ہیں۔

(۵) مساقب المحوسس کے مؤلف مولوی نجم الدین سلیمانی نے بھی اپنی کتاب میں خلاصۃ الموائد سے اخذ و استفادہ کیا ہے۔ اس میں بھی جابجا اس مجموعہ ملفوظات کے اقتباسات نقل ہوئے ہیں، جو سب کے سب اس مخطوطے میں موجود ہیں، مگر سفد ملعوظات میں مندرج واقعات کا یہاں بھی گزر نہیں۔

(۶) محمد بشیر اختر (مترجم: خلاصۃ الموائد) کے پاس جو نسخہ رہا ہے، وہ ۱۲۷۷ھ کا نوشتہ تھا۔ انھوں نے اسی نسخے کو ترجمے کی بنیاد بنایا۔ پیش نظر مخطوطے اور مترجم نسخے میں کچھ ترتیب و تہذیب کے ضمن میں کسی نوعیت کی کوئی کمی بیشی نہیں پائی جاتی۔

معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر صاحب کا مخزن نہ نسخہ نہ صرف ناقص الاول و آخر ہوگا، بلکہ امکان ہے کہ وہ خلاصۃ الموائد کے بجائے کوئی دوسرا مجموعہ ملفوظات ہو اور اس میں خلاصۃ الموائد کے حوالے آئے ہوں، جن کی بتا پر پروفیسر موصوف کو اشتباہ ہوا ہو۔ [دریافت: مجلہ شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد ۲۰۱۰ء]

حوالے اور حواشی:

(۱) قاضی محمد عمر حکیم رقمطراز ہیں کہ

”مسی گوید اصعب عباد اللہ القوی الکریم المشہور بہ قاضی محمد عمر حکیم کہ این چند مخطوط از زبان گوهر مشائہدایت ترجمان بدگئی حصرت شیخ المشائخ عبات العاشقین سدا الواصین مبع ابو الصمد مظہر اسرار احمد شیخ الاسلام سور الحق والدین مولانا و سیدنا و شیخنا حضرت نور محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمع نموده بہ خلاصۃ الموائد موسوم ساخته۔“ [خلاصۃ الموائد (قلمی): برگ ۱-۲]

(۲) پروفیسر افتخار احمد چشتی نے لکھا ہے کہ:

”مولوی محمد عمر سید پوری [؟] خلاصۃ الموائد میں اس ذکر کے بعد لکھتے ہیں کہ میں

نے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا نور محمد نارووالہ صاحب سے پوچھا کہ حضرت قبلہ عالم اکثر اوقات بر آنے والے شخص سے گفتگو میں متوجہ ہو جاتے تھے اور کسی سے انحراف نہیں کرتے تھے۔ [حضور قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی حوالہ و مناقب

چشتیہ اکادمی، فیصل آباد ۱۹۹۳ء، ص ۱۸۴]

چشتی صاحب نے مولوی محمد عمر حکیم کو سید پوری کہا ہے اور انھیں مولانا نور محمد نارووالہ کا مرید لکھا ہے۔ یہ دونوں بیانات درست نہیں۔ مولوی صاحب بیت پور کے متوطن تھے اور قبلہ عالم کے حلقہ گوش تھے۔ مولوی محمد عمر حکیم نے خلاصۃ الموائد میں مولانا نارووالہ کے لیے پیر و مرشد کے الفاظ استعمال نہیں کیے ہیں۔ ان کے الفاظ میں

”امین ہندہ در خلعت میرا بہار رحمت حضرت خلیفہ صاحب میان نور محمد نارووالہ عرصہ نمود کہ حضرت قبلہ عالم بہر کس بندہ در گفتگو منوجہ می باشند، انحراف نمی فرمایند۔“ [خلاصۃ الموائد (قلمی): برگ ۲۳]

(۳) خلاصۃ الموائد (قلمی): برگ ۲

(۴) ترجمہ نگار کے پیش نظر خلاصۃ الموائد کا جو مجموعہ رہا، وہ ۱۲۷۷ھ کا نوشتہ تھا۔ انھوں نے دیا ہے میں لکھا ہے کہ اس نسخے کو لکھے ہوئے ۱۰۵ سال (۱۲۷۷) گزر چکے ہیں۔ اس حساب سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ ترجمہ ۱۳۸۲ھ بمطابق ۱۹۶۰ء میں طبع ہوا ہوگا۔

(۵) پیر محمد اجمل چشتی صاحب کے کتب خانے کے اس گوبر کم یاب کی کئی نقل مجھے برادر عزیز و کرم شہزاد اختر بیگ (لیکچرار گورنمنٹ کالج، چشتیہ شریف) کی کرم فرمائی سے میسر آئی۔

(۶) امام بخش مہاروی ۱۲۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ وہ خواجہ خد بخش خیر پوری کے مرید تھے۔ انھوں نے

معرب حشت کے آخر میں اپنے تفصیلی احوال قلم بند کیے ہیں۔ [رک معرب حشت خواجہ امام بخش مہاروی، پروفیسر افتخار احمد چشتی (مترجم) چشتیہ اکادمی، فیصل آباد ۱۹۸۹ء، ص ۳۶۳ تا ۳۶۵]

(۷) حافظ غلام فرید ولد خواجہ نور احمد، حضور قبلہ عالم کے پوتے تھے۔

(۸) خلاصۃ الموائد (قلمی): برگ ۵۵

(۹) خلاصۃ الموائد (قلمی): برگ ۳

(۱۰) خلاصۃ الموائد (قلمی): برگ ۲

(۱۱) خلاصۃ الموائد (قلمی): برگ ۱۰-۱۱





## خلاصۃ الفوائد : نخطی نسخوں کا تعارفی مطالعہ

[۱]

خلاصۃ الفوائد (۱) قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہرودی (م ۱۲۰۵ھ) کی گل افشانی گفتار کا خوب صورت مرقع ہے۔ اس گنجینہ معانی کی طلسماتی اپیل زندگی کی رنگارنگی کا ظہار یہ بھی ہے اور تخیل کی طرز احساس کی بوقلمونی کا اشاریہ بھی۔ اس مجموعے کی ملفوظاتی فضا اپنے معنوی اور فکری مدار کو رنگ اور خوشبو کی تہذیبی اور متصوفانہ زندگی کی ہمہ گیری اور ہمہ رنگی کا ایسا آئینہ عطا کرتی ہے، جو روشنی اور نور کا استعارہ ہے۔

خلاصۃ الفوائد میں قبلہ عالم غریب نواز کی گوہر افشانی کی بہار دیدنی ہے۔ اس کے مرتب اور جامع قاضی محمد عمر حکیم نے ان مجالس کی معنوی فضا کی عکس اندازی میں اپنے وجدانی اور مکاشفاتی رویوں کی جمالیات کا ایسا جادو جگایا ہے، جو بقائے دوام کے دربار میں ان کی رعنائی خیاں کی تاب ناک آئینہ دار بھی ہے اور ان کی حیات جادو داں پر گواہ بھی۔ جامع ملفوظات، قبلہ عالم غریب نواز کی عقیدت اور ارادت کیشی کے سلسلہ خوش آثار میں غلامی کی مسند پر فروکش تھے۔ اگرچہ بعض تذکرہ نگاروں نے انھیں قبلہ عالم کے بجائے خواجہ نور محمد نارودالہ (م ۱۲۰۳ھ) کا مرید لکھا ہے، لیکن یہ درست نہیں۔ خلاصۃ الفوائد میں جہاں کہیں بھی خواجہ نارودالہ کا ذکر خیر آیا ہے، مرتب ملفوظات نے انھیں اپنا پیر و مرشد لکھنے کے بجائے خلیفہ صاحب کے عمومی لقب سے یاد کیا ہے، جو اس بات کا غماز ہے کہ قاضی محمد عمر حکیم، قبلہ عالم غریب نواز کے دامن گرفتہ تھے۔ اسی طرح حیرالادکار کے مؤلف مولوی محمد گھلوی نے لکھا ہے کہ:

”روزی کہ قاضی موصوف [محمد عمر حکیم] حضرت قبۃ

من قلم صرہ را صعب تمام دید، چشم تر کردہ عرص نمود کہ: او

تعالیٰ بہ کرم عویش آن ذات راشغای کلی عطا فرماید۔ (۲)

راقم نے اس اقتباس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:

”مولوی محمد مھلوی نے ’قبیلہ من‘ کہہ کر اس فقرے پر پڑی دھند کو ہمیشہ کے

لیے ختم کر دیا۔ اگر قاضی صاحب خواجہ نارود اللہ کے دائرۃ ارادت میں نہ

ہوتے، تو مولوی مھلوی اپنے شیخ کو ’قبیلہ من‘ کہہ کر ان کا تذکرہ نہ کرتے، جبکہ

مخاطبین میں قاضی صاحب بھی شریک تھے۔ لازم تھا کہ خواجہ صاحب کا ذکر

’قبیلہ من‘ کہہ کر کیا جاتا۔ ویسے احسن صورت تو ’شیخ خود‘ کی ترکیب سے

صورت پذیر ہوتی۔“ (۳)

[۲]

خلاصۃ العوائد اصلاً فارسی میں ہے اور اسے ابھی تک اشاعت کی روشنی میسر نہیں آئی۔ راقم اس کا تنقیدی متن مرتب کر رہا ہے، جو اختلافات نسخ اور تحلیقات و حواشی کی تزئین اور تہذیب کے ساتھ اس سال کتابی صورت میں جلوہ گر ہوگا۔ قبل ازیں ۱۹۹۹ء میں ڈاکٹر معین نظامی کی نگرانی میں ایم اے فارسی کی ایک طالبہ نائلہ نذر اعوان نے پنجاب یونیورسٹی کے مخزونہ دستخطوں کی مدد سے اس کا ایک متن مرتب کیا تھا، جو اسکا لری محنت اور نگرانی کار کی معین اور رہبری کا عمدہ مرقع ہے۔ بعد ازاں ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی کی سرپرستی میں گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور کے ایک اسکالرمحمد فرید نے ایم فل (فارسی) کی جزوی تکمیل کے لیے اس کے متن کی ترتیب و تہذیب کی۔ ان کے پیش نظر پنجاب یونیورسٹی کے ایک مخزونہ نسخے کے علاوہ پیر محمد اجمل چشتی کے کتب خانے کا ایک نسخہ بھی رہا ہے۔

[۳]

خلاصۃ العوائد کے متن ترجمے بھی ہو چکے ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(الف) مولوی اللہ بخش رضانے خلاصۃ الفوائد کا جو ترجمہ کیا ہے، وہ بنور غیر مطبوعہ ہے۔

ان کے پیش نظر غلام فخر الدین تونسوی کا مکتوبہ (۱۳۲۳ھ) نسخہ رہا ہے۔ اس ترجمے پر مولانا انجم صدیقی اور انسر معین نظامی نے نظر ثانی بھی کی ہے، جس سے اس کی قدر و قیمت میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔

(ب) پروفیسر ثناء احمد فاروقی کا ترجمہ ماہنامہ مصادی، دہلی میں قسط وار اشاعت پذیر ہوا تھا، لیکن معلوم نہیں کہ یہ ترجمہ کتابی صورت میں جلوہ رہا ہو، یا ہنوز مخفی کفن کو ترستا ہے۔

(ج) محمد بشیر اختر کا ترجمہ استقلال پریس، لاہور سے چھپا تھا۔ انھوں نے جس نسخے سے ترجمہ کیا، وہ ۱۲۷۷ھ کا نوشتہ تھا۔ وہ نسخہ ان کا مخزن نہ تھا یا کسی کتب خانے کی ملکیت، وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ سند کتابت کے علاوہ ہمیں اس نسخے کے مالہ و مال علیہ کا کچھ علم نہیں۔ وہ نسخہ اب کہاں ہے؟ بے بھی یا نہیں۔ اس بارے میں بھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ پچاس سال قبل وہ نسخہ ترجمہ نگار کی دسترس میں تھا۔ معلوم نسخوں میں ایک آدھ نسخے کے علاوہ وہ نسخہ قدیم تر تھا، یقیناً صاف اور خوانا بھی رہا ہوگا، کیونکہ مترجمہ نسخے کی معنوی حدود تمام قلمی نسخوں کے متن کے عین مطابق ہیں۔ کہیں بھی کوئی جملہ متن کے فکری مدار سے باہر نکلتا ہوا محسوس نہیں ہوتا۔

[۴]

ذیل میں خلاصہ الفوائد کے نو خطی نسخوں کا تعارفی جائزہ لیا گیا ہے، جو پاکستان کے مختلف کتب خانوں کی زینت ہیں۔

خلاصہ الفوائد مکتوبہ مولوی محمد موسیٰ:

مولوی محمد موسیٰ کا مکتوبہ یہ نسخہ کسی زمانے میں خواجہ غلام رسول مہاروی کی ملکیت رہا ہے۔ ان سے قبل یہ نسخہ خواجہ غلام حسین کے زیر تصرف تھا۔ ہر دو بزرگوں کے حق ملکیت کا اندراج نسخے کے پہلے صفحے پر کیا گیا ہے۔ آخری صفحے پر محمد اجمل مہاروی کا نام خط شکستہ میں بصورت دستخط ثبت ہے۔ نسخہ ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ نسخہ نہایت صاف اور خوشخط ہے اور جلی قلم میں لکھا گیا ہے۔

ہر صفحے پر سطروں کی تعداد کم یا زیادہ ہوتی رہی ہے۔ کم سے کم سطر ۱۱ یا زیادہ اور زیادہ سے زیادہ چودہ ہیں۔ الفاظ کی تعداد بھی مختلف سطور میں مختلف ہے۔ نسخے میں ترتیب کی عبارت یوں ہے

”تمت بعون اللہ تعالیٰ شاہ“۔ الحمد للہ کہ نسخہ مبارک ملعوط شریف صبح جمعہ شریف بتاریخ ۱۴۔ صفر المظفر ۱۲۴۴ھ از دست کمترین ملتحی عنایت حضرت محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم، فقیر محمد موسیٰ صورت احتتام پذیرفت۔ اللہم صلی محمد و علی آل محمد و باریک وسلم۔ اللہم انزلہ المقعد المقرب عندک یوم القیامہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم“۔

مولوی محمد موسیٰ لعلوانی خواجہ محمود تونسوی غریب نواز (م ۱۳۳۸ھ) کے مرید تھے۔ وہ نامور عالم دین مولوی علی گوہر کے برادر زادے تھے۔ خود مولوی صاحب موصوف بھی دینی علوم و فنون میں بے پناہ مہارت اور دسترس رکھتے تھے۔ تمام عمر درس و تدریس سے وابستہ رہے اور مخطوطات کی نقل نویسی اُن کا شعار رہا۔ تونسہ مقدسہ کے متوطن تھے اور اُسی خطہ عرش مقام میں پیوید خاک ہوئے۔ قدیمی قبرستان میں پیر پٹھان غریب نواز کے مرید اور خلیفہ مرید غوث کی قبر انور کے نواح میں اُن کی قبر موجود ہے۔ پتھر کی ایک سِل پر اُن کا نام کندہ ہے۔ سنہ وصال معلوم نہیں، لیکن آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۹۳۸ء تک حیات تھے، کیونکہ مولانا احمد سعید کاظمی کی کتاب الحجۃ الساعۃ پر اُنھوں نے تقریباً لکھی تھی اور وہ کتاب پہلی بار ۱۹۳۸ء میں منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئی۔

#### خلاصۃ الفوائد مکتوبہ سید رسول:

خلاصۃ الفوائد کا ایک نسخہ سید رسول کے خُسن قلم کا عکاس ہے۔ سید رسول نے اپنے مسکن کا نام شادیہ لکھا ہے، لیکن اُن کے احوال پردہ اخفا میں ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ اُن کا وظیفہ حیات کیا تھا، وہ کن کے دامن رحمت سے وابستہ تھے: اُن کا عرصہ حیات کس طرح بسر ہوا اور وہ کس جگہ آسودہ خاک ہوئے؟ اُن کا مکتوبہ خلاصۃ الفوائد کا یہ نسخہ ۱۶۔ ذی قعدہ ۱۳۰۹ھ کو مکمل ہوا۔ نسخہ کیا ہے؟ جلی قلم میں کاتب کی خوش نویسی کا اظہار یہ ہے۔ ۱۶۹ صفحات پر پھیلا ہوا یہ نسخہ نجیب الطرفین بھی ہے اور خوش آثار بھی۔ البتہ ہر صفحے پر سطروں کی تعداد یکساں نہیں۔ کہیں یہ تعداد

گیارہ ہے اور کہیں بارہ یا تیرہ۔ جہاں سطریں ناقہ باب بے مہار کی طرح قطار کے مدار میں رواں دواں نہ ہوں، وہاں لفظوں کی جھڑپاتی ہم آہنگی کیونکر ممکن ہو سکتی ہے؟ لہذا لفظوں کی بناوٹ میں حرفوں کے دائرے اور قوسیں گیرائی اور پھیلانے میں کسی آہنگ کی پابندی نہیں اور نہ ہی ان کی تعداد کسی ہم آہنگی کا خوش کن منظر نامہ متشکل کرتی ہیں۔ البتہ اس بے رنگی کے باوجود نسخے کے مختلف صفحات پر کاتب کے حسن قلم کی رنگارنگی اپنی بہار دکھا رہی ہے۔ اس خوش آہنگی اور رنگارنگی کے باوجود صفحہ اول پر کاتب سے مصنف کے نام کی ترقیم میں فاش غلطی سرزد ہوئی ہے۔ انھوں نے جامع ملفوظات کا نام قاضی محمد عمر حکیم کے بجائے قاضی محمد عبدالحکیم لکھا ہے، جو یقیناً ان کے قلم کی غلط نگاری کا نتیجہ ہے۔ یہ نسخہ مکھڑ شریف میں مولوی محمد الدین مکھڑی (م ۱۹۷۵ء) کے کتب خانے کی زینت ہے۔

#### خلاصۃ الفوائد کے دو نسخے مکتوبہ غلام فخر الدین:

خلاصۃ الفوائد کے دو نسخے مولوی غلام فخر الدین متوطن تونسہ مقدسہ کے مکتوبہ ہیں۔ مولوی صاحب خواجہ اللہ بخش تونسوی غریب نواز (م ۱۳۱۹ھ) کے دامن گرفتہ تھے۔ وہ معروف شاعر اور روضۃ الصابریں کے مصنف مولوی خدابخش صابر جراح کے پوتے مولوی خدابخش ثانی (م ۱۳۱۹ھ) کے بھتیجے بھی تھے اور داماد بھی۔ انھوں نے سلسلہ چشتیہ کے ملفوظاتی، اب کی کتابت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا اور پھر تمام عمر اس کا رخیز میں لگن رہے۔ دبستان تونسہ کے عقیدت گزاردوں کے کتب خانوں میں ان کے دست نوشت بیسیوں قیمتی نسخے محفوظ ہیں، جون کی ارادت کیشی کے ترجمان بھی ہیں اور ان کی رعنائی قلم کے عکاس بھی۔ وہ درس و تدریس سے وابستہ تھے۔ تونسہ مقدسہ میں زندگی گزاری اور اسی خاک خوش آثار میں مدفون ہوئے۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۹۳۴ء تک حیات تھے اور اس کے بعد ہی کسی وقت عدم کے سفر پر روانہ ہوئے۔

ان کا مکتوبہ خلاصۃ الفوائد کا ایک نسخہ وقت طبرین شعبہ ۲۴۔ صفر ۱۳۰۸ھ کو اختتام پذیر ہوا۔ صفحات اس کے ۱۲۸ ہیں۔ اصلاً یہ ۶۴ برگ پر مشتمل ہے۔ ہر صفحے پر گیارہ سطریں ہیں اور ہر سطر چودہ پندرہ لفظوں کو محیط ہے۔ کتابت مناسب اور گوارا ہے۔ البتہ خوب صورت نہیں۔ حاتمہ

کاتب خاصے خوش رقم واقع ہوئے ہیں۔ راقم کو ان کے کئی دست نوشت مخطوطات دیکھنے کا اتفاق رہا ہے۔ وہ شکستہ رقم ہیں، لیکن ان کی شکستہ نگاری پختہ کاری اور خوش نویسی کا پتہ دیتی ہے، لیکن یہ نسخہ دیکھ کر یوں لگتا ہے کہ رداری میں لکھا گیا ہے اور پھر عکس در عکس کے عمل سے گزرنے کے بعد اس نسخے میں کئی مقامات مدہم اور مبہم ہو کر رہ گئے ہیں۔ یہ نسخہ تونسہ مقدسہ میں کتابت ہوا اور اسی خطہ عرش مقدم میں اپنی آب و تاب دکھاتا رہا۔ معلوم نہیں اب یہ گوہر آب و آبرو کس کتب خانے کی زیب و زینت کا علمبردار ہے؟

ان کا مکتوبہ دوسرا نسخہ وقت ظہر ۳۔ ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ کو صورتہ اتمام سے روشناس ہوا۔ ۹۳ صفحات پر پھیلا ہوا متن حسن کتابت کے جمالیاتی اسلوب کا آئینہ دار ہے۔ ہر صفحے پر پندرہ سطریں ہیں، لیکن ہر سطر میں افظوں کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہی ہے۔ کم از کم آٹھ اور زیادہ سے زیادہ پندرہ الفاظ ایک سطر کی زینت ہیں۔ ترک کا اہتمام تو کسی صفحے پر نہیں ہوا، البتہ رکاب سے کوئی بھی صفحہ محروم نہیں۔ یہ نسخہ خاصا روشن اور خوش آہنگ ہے۔ کبھی یہ نسخہ تونسہ مقدسہ کی بارگاہ تقدس مآب کے کتب خانے کی زینت رہا ہے؟ اب اس کی جلوہ آرائی سے کس منظر نامے کا پیش منظر جگمگا رہا ہے، یہ تو معلوم نہیں، لیکن اتنا جانتا ہوں کہ اگر ان نسخوں کے عکس برادر عزیز مولوی محمد رمضان معینی تک نہ پہنچتے، تو ان کی خوش خرامی کا دائرہ اتر اتنا ہمہ گیر نہ ہوتا۔

خلاصۃ الوند کے دو نسخے مخزنہ پنجاب یونیورسٹی

پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں خلاصۃ الوند کے دو نسخے محفوظ ہیں۔ ان کے عکس برادر عزیز و گرامی ڈاکٹر معین نظامی کی کرم مستری کے سبب فراہم ہوئے۔ پنجاب یونیورسٹی کا مخزنہ ایک نسخہ ترقیہ سے محروم ہے۔ کاتب نے کہیں بھی اپنے نام سے پردہ نہیں اٹھایا اور نہ ہی یہ بتایا ہے کہ وہ کب اور کہاں اس نسخے کی کتابت سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ یہ نسخہ ۹۵ برگ (۱۸۹ صفحات) پر مشتمل ہے۔ نسخہ صاف اور خوانا ہے اور اپنے کاتب کی پختہ روش تحریر کا نماز بھی۔ یہ نسخہ گورداس پور میں لباس تجلید میں ملیں ہوا، لیکن کب؟ کتابت کی طرح شیرازہ بندی کا سنہ بھی معلوم نہیں۔ جلد ساز نے محمد حنیف اینڈ سنز، صدر بازار گورداس پور لکھ کر اپنا تعارف کر دیا ہے۔





اسی صفحے پر رسالے کے ایک خریدار کی تحریر بھی موجود ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ: "مقام دہلی ۳۱ اگست ۱۹۲۸ء ازبلی سن سکند پانی پت خریدہ شد۔ بہ قیمت عصا فضل محمد غنی اند غنہ۔"

حلاصۃ الفوائد مکتوبہ مولوی خدابخش چوہان:

مولوی صاحب کا مکتوبہ یہ نسخہ ۹ شوال ۱۲۸۸ھ کو مکمل ہوا۔ انھوں نے ترقیے میں لکھا ہے کہ "تمام شد مملو طات حصرت فیلہ عالمہ مہاروی مصنفات فصی محمد عصر سیت پوری رحمۃ اللہ والحمد للہ علی الاتمام والصلوۃ والسلام علی سید الامام وآلہ واصحابہ الکرام۔ اللہم اعمر لکاتبہ والوالدیہ والجميع اہل سلام آمین یا رب العالمین ثم آمین ۹۔ شوال ۱۲۸۸ھ۔"

یہ نسخہ اٹھارہ برگ (۳۶ صفحات) پر مشتمل ہے۔ ہر صفحے پر تیس سطریں ہیں اور ہر سطر میں سے زائد الفاظ کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے۔ پورے نسخے میں کہیں بھی ترک اور رکاب کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ نسخہ صاف اور خوانا ہے۔ کاتب پختہ کار اور زور نویس ہیں۔ ان کے دست نوشت متعدد نسخے وابستگان تونسہ شریف کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ وہ ہر نسخے پر تاریخ تکمیل ضرور لکھتے ہیں، جس سے نسخوں کی کتابت کے دورانیے کا تعین بھی ہو جاتا ہے۔

حلاصۃ الفوائد مکتوبہ گل محمد چودھوانی:

حلاصۃ الفوائد کا سب سے خوب صورت نسخہ گل محمد چودھوانی کا نوشتہ ہے۔ ایک زمانے میں یہ نسخہ لنگر سلیمانیہ حامد یہ تونسہ مقدسہ کی ملک رہا ہے، لیکن معلوم نہیں کہ اب اس دیدہ زیب نسخے سے کس کتب خانے کے بام و درمنور ہیں؟ اس کے عکس تک رسائی پیر محمد اجمل چشتی کی توجہ اور کرم فرمائی کے باعث ممکن ہوئی۔ کاتب نے ۲۸۔ صفر المظفر ۱۳۶۱ھ میں یہ نسخہ حافظ محمد سدیدین کے لیے لکھا تھا۔ نسخہ ۷۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس نسخے کے مختلف صفحات پر چودہ یا پندرہ سطریں ہیں۔ ہر سطر میں الفاظ کی تعداد بھی اتنی ہی ہے۔

گل محمد چودھوانی خواجہ حامد تونسوی (۱۳۵۰ھ) کے مرید تھے۔ وہ چودھوان ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے متوطن تھے۔ عرصے تک تونسہ مقدسہ میں مقیم رہے اور دبستان تونسہ کے ملفوظاتی

مخطوطات کی نقل نویسی اُن کا وظیفہ حیات رہا۔

خلاصۃ الفوائد مکتوبہ مولوی امام بخش مہاروی:

خلاصۃ الفوائد کا یہ نسخہ قبلِ عالمِ غریب نواز کے خانوادے کے گُلِ سرسبد مولوی امام بخش مہاروی (م ۱۳۰۰ھ) کے حُسنِ کتبت کا اظہار یہ ہے۔ مولوی صاحب موصوف قادر الکلام شاعر اور عالمِ اجل تھے۔ گذشتہ ابرار، دیوانِ عاجز، پنج گنج، مکتوبات و مسخراتِ چشت اُن کے علمی اور فکری سفر کی یادگار ہیں۔ وہ مولوی خُدا بخش خیر پوری (م ۱۲۵۱ھ) کے مرید تھے۔ اُن کا مکتوبہ نسخہ ۱۲۹۴ھ میں مکمل ہوا۔ یہ نسخہ ۵۵ برگ (۱۰۹ صفحات) پر مشتمل ہے۔ مولوی صاحب نہایت خوش خط اور پختہ نگار تھے۔ نسخہ اُن کے حُسنِ کتابت کی خوش آہنگی کا آئینہ دار ہے۔ نسخہ صاف، دیدہ زیب، خوانا اور نجیب الطرفین ہے۔ وہ ترقیے میں رقمطراز ہیں کہ

”احقر العباد الراجی الی رحمة الله فعال للما یرید امام بخش بن  
حضر غلام فرید غفر الله له والوالدیه والاستادیہ والمشائخہ  
والسائر المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات والا حیا  
مہم والاموات بتاریخ سوم ماہ صیام در مسہ یک ہزار دو صد و دو  
چہار صورت احتتام یافت۔“

[۵]

خلاصۃ الفوائد کے خطی نسخے تو اور بھی ہوں گے، لیکن راقم اُن کی موجودگی سے آگاہ نہیں۔ متذکرہ بالا نسخوں کے عکس، مکھڑ شریف، تونسہ مقدسہ، چشتیاں شریف اور لاہور کی خوش آثار اور اہد تاب فضاؤں سے ہوتے ہوئے فقیر کی کٹیا تک آ پہنچے ہیں۔

حواسلے:

(۱) خلاصۃ الفوائد کے تفصیلی مطالعے کے لیے دیکھیے، راقم کا مقالہ بعنوان ’خلاصۃ الفوائد‘ سلسلہ چشت کا ایٹ اہم مجموعہ معلومات مشمولہ دردِ ریافت مجلہ شعبہ، رونیٹل

یونورشی آف ماڈرن لیٹریچر، اسلام آباد: ۲۰۱۰ء

- (۲) خیر الادکار فی مساف لابرار (قلمی) مکتوب مولوی خدابخش چوہان ۱۳۸۸ھ ص ۱۸ الف  
(۳) خیر الادکار فی مساف لابرار. مولوی محمد گھوڑی قلمکار، بیٹھ، واہ کینٹ ۲۰۱۰ء، ص ۲۸

۶۸  
۱۲۶

فانی شہزاد زبان درشت، فرزند: بی سید، لیکن گریٹر  
مکان کوید کہ سبک بختیہ نوزاد سید شہزاد، دانش زبان مبارک  
ایں بیت فرمودہ: است گزشت با بزم عشق، اندکی شرم گشت  
بارگراں را: جام می در دست و بر نان در مقابل دایم: سند از خود  
حافظ با محمد جبرائیل دلو جو کہ اندک باران انحضرت اندک روز حضرت  
تبدل عالم فرمودند کہ دفتر در دی شریف بختیہ حضرت مولوی صاحب  
حاضر بودم حضرت مولوی صاحب فرمودند کہ کیا دکن دی پاکستان قلند بر کار  
میں کہ مراد دکن اور دند و تراندہ پاکین اور دند و بلدہ ایں بیت فرمودند

حسن بصرہ بلال از جیش شیب از روم

ز خاک کہ ابو جہلیہ بپا این صبر الوہیت

تست بوز نقاشانہ بقلم شکستہ تم نغمہ

نغمہ نوا این متولن فرزند شہ

خلاصۃ اللغات مکتوبہ علامہ فقیر الرحمن ۱۳۵۸ھ





این بیت شرم دارند بچشم زلفه و بلبل از جنت صیقل از روم دارند  
 مکه ابو جهم این خم بر الوجیه است تمام شد موقوفات سرابا بغیر مرکا  
 هر قدر که از سینه جلیل قاضی مرموم مغفور قاضی محمد عزیز کیم است بر از دعوت  
 رتبه یافته بوقت ظهر روز چهارشنبه در ایوم اتفاق غنیمت شهر کیم است  
 عفر الهم سبحانه و تعالیاته بکرمه و لطفه و رحمته

المشايخ المشتهرين في العلم والدين

خلاصة القواعد الفقهية



فلان شهر از زبان درفش بن مبارک فرمودند که در روزی حضرت سلطان  
 در غایت لطف بر کتاره در بانی مجسمه نشسته بودند ناگاه در دیوار پستی  
 ظاهر آمد و حضرت سلطان از حیرت و شگفتی که از آن داشت  
 کاغذ گرفته پدید آمد بعد از این عرض کرد که حضرت اینست که من  
 نیستم و فرمودند که این دست شرف الدین قلندر بود که برای امانت خود  
 اجازت مکانی طلبید آنکه بود و خود تمام در آب چنان بوفته بود و روز  
 آنحضرت فرمودند که حضرت مولوی صاحب که از دیوانی زیارت حضرت  
 با صاحب طرف بایستد تشریف آورده بودند احوال در آنجا است که قصه چهار  
 از دیوانی بجانب کورستان آمده بر فرشته شرف آورده و صبح فرمودند که  
 کار که میفرستم حضرت با صاحب کار را دیدنی کرده اند لیکن بر گزار حضرت با  
 صاحب ضرورت رفته باید که زیارت پنج خواجه حاصل شود بعد طرف بایستد  
 تشریف آورده درین فرمودند که بایستد بین خرمکان دست بزنند  
 پس سخن در بزرگان پور افتاد خود بدو فرمودند که پورگان به اتفاق است  
 ناله در روزی شمع کدورت حضرت عرض نمود که سلطان آقا کین مونس  
 حمید الدین ناگوری بخدایت که هم صاحب است و در شش و دو وجه سلطان آقا



بسم الله الرحمن الرحيم

سبحان الله واحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ولا حول ولا قوة  
الا بالله العلي العظيم الصلوة والسلام على سيد المرسلين و  
امام المتقين وخاتم النبيين محمد وآله وصحبه اجمعين انا نجد سبيلك  
اضد فعباد الله القوي الكريم المشهود بقاى محمد عمر حكيم كه ابن  
چند ملفوظات از زبان بزرگواران بديت ترجمان بندي حضرت  
شيخ المشايخ غياث الثقلين سند الوصالين منبع انوار الصمد  
مظهير سرار الدقائق شيخ الاسلام نور الحق والدين مولانا وسيدنا  
وشيخنا حضرت خواجہ نور محمد رضي الله تعالى عنه وارضاهن  
جمع نموده بجلد هفتم الفوائد موزوم مضمة که مشتمل بر دو باب

باب اول  
در بیان فضائل و مناقب حضرت مولانا وسيدنا

بسم الله الرحمن الرحيم

سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله أكبر

لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم

علي سيد المرسلين واهل بيته الطيبين الطاهرين

والمؤمنين واهل بيته الطيبين الطاهرين

العليين واهل بيته الطيبين الطاهرين

العليين واهل بيته الطيبين الطاهرين

العليين واهل بيته الطيبين الطاهرين

العليين واهل بيته الطيبين الطاهرين

موسوم است که در این باب در موقوفات انحضرت  
که این عاقل و درویش استماع آن مقرر شده و بقدر فهم خود بقید قلم آورده  
چو یاراک محزون که آن شریف ازین بمقدار غنی نیست اگر در حدیث  
الطیارات عامه منعمیده ام اما فی الحقیقه خود در زلف آن شریف کوشیده  
بمقتضای کتب است که شاید مطالب اهل نسبت باشد و بمقتضای عرب  
من سامع دعا و مال نایب و ازین باب هم می شود بر فصل و فصول محترمه  
چون در فصل اول در موقوفات انحضرت فصل دوم در موقوفات انحضرت  
بعضی مسائل عبارت مطابق آنکه کدام تا خود بدولت چیز و ازین  
در اینجا عبارت مکرر یعنی نفهم امرو با سب دوم در موقوفات انحضرت که  
بالواسطه از بعضی خلفاء اعظم انحضرت می رسد و سبده چون می بیند نودان  
باب دوم علی بن ابی طالب که در کتب و کتب غنی است که اگر در المکر کدام در موقوفات

خلاصه الفوائد مکتوبه مولوی امام محمد

بہادر شاہ ظفر:

دونا در اور غیر مطبوعہ خط

[۱]

بہادر شاہ ظفر (۱۸۶۳ء) بیس سال دہلی کے تخت پر جلوہ آرا رہے۔ وہ مغلیہ سلطنت کے آخری فرماں روا تھے اور ان کے ساتھ ہی سلطنت مغلیہ کا چراغ گل ہو کر رہ گیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کی شکست کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی نے برصغیر پاک و ہند پر اپنا تسلط جمایا، تو صدیوں پر پھیلا ہوا جہاں گیری اور جہاں بانی کا مغل منظر نامہ اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ جب بہادر شاہ ظفر کو معزول کر کے رگڑوں میں قید کر دیا گیا، تو گویا:

اک دھوپ تھی جو ساتھ گئی آفتاب کے

بہادر شاہ ظفر بنیادی طور پر ایک درویش منش اور فقیر مزاج انسان تھے۔ انھیں ابتدائی سے سلسلہ چشتیہ کے صوفیہ کے ساتھ خصوصی تعلق خاطر تھا اور ان کا یہ رشتہ اور تعلق آخر وقت تک قائم رہا۔ بقول ڈاکٹر اسلم پرویز:

"بہادر شاہ ظفر کو مشائخ چشت سے بے پناہ عقیدت تھی۔ وہ قطب صاحب

کے مزار پر اکثر حاضری دیتے تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ کے

لیے قطب صاحب کی درگاہ سے چٹڑیوں کا جو طوس جاتا تھا، ظفر اُس میں خاص

دلچسپی لیتے تھے اور زرقند سے امداد کرتے تھے۔" (۱)

معاصر صوفیائے چشت میں انھیں فخر جہاں خواجہ فخر الدین محمد دہلوی (م ۱۱۹۹ھ) (۲)

سے بے پناہ عقیدت تھی اور ان کے بعد کتنے ہی چشتی صوفیہ ان کے حسن خیال میں خیال حسن کی صورت جلوہ گر رہے۔ وہ جب کبھی تخلیق شعر میں منہمک ہوتے، تو تخیل میں ان صوفیہ کی خوشبو

معتوب رنگوں کا لبادہ اوڑھ کر جلوہ گر ہو جاتی اور یوں حسن تخلیق کا اظہار یہ ان صوفیہ کے اوصاف حمیدہ کی مہکار میں ڈھل جاتا۔ اُن کا خاصا کلام ان صوفیہ کے منقب اور ان کے احساس صداقت کی رعنائی سے معمور ہے۔

بہادر شاہ ظفر غلام قطب الدین (م ۱۲۳۸ھ/۱۸۲۲ء) (۲) کے دامن گرفتہ اور فیض یافتہ

تھے، جیسا کہ انھوں نے ان اشعار میں خود بھی تذکرہ کیا ہے

مرید قطب دیں ہوں، خاک پائے فخر دیں ہوں میں

اگرچہ شاہ ہوں، اُن کا غلام کتریں ہوں میں

انھی کے فیض سے ہے نام روشن میرا عالم میں

دگر نہ یوں تو بالکل رو سیہ مثل نگیں ہوں میں

مجھے تو خانقاہ و میکدہ دونوں برابر ہیں

لیکن یہ تمنا ہے کہ ان کا ہوں، کہیں ہوں میں

یہی عقدہ کشا میرے، یہی ہیں رہنما میرے

سمجھتا ان کو اپنا حای دنیا و دیں ہوں میں

بہادر شاہ میرا نام ہے مشہور عالم میں

لیکن اے ظفر اُن کا گدائے رہ نشیں ہوں میں (۳)

ڈاکٹر اسلم پرویز نے اپنی کتاب بہادر شاہ ظفر میں انھیں غلام نصیر الدین کالے

صاحب (م ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۲ء) (۵) کا مرید بتایا ہے، لیکن آثار سے یہ درست معلوم نہیں ہوتا۔ (۶)

البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ بہادر شاہ ظفر اُن کے خلیفہ ہوں، کیونکہ مولوی ذکاء اللہ نے لکھا ہے کہ:

”وہ خاندان چشتیہ میں مرید تھا اور خود پیر و مرشد بھی تھا اور اوروں کو مرید کرتا تھا“۔ (۷)

سلسلہ چشتیہ میں پیری مریدی کے لیے کسی بھی فرد کا اپنے پیر و مرشد یا کسی کامل شیخ

طریقت سے مجاز ہونا لازمی امر ہے۔ محض ارادت اور عقیدت کی بنا پر کوئی بھی شخص سلسلے کے روحانی

کام کو آگے نہیں بڑھا سکتا۔ اگر وقتاً بہادر شاہ ظفر پیری مریدی کرتے تھے، تو لازم ہے کہ انھیں کہیں سے اس کا خیر کی اجازت بھی ارزانی ہوئی ہو۔ کالے صاحب کے ساتھ چونکہ ان کے نہایت ہی گہرے اور قریبی تعلقات تھے، اس لیے یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے مرشد زادے ہی کے خیفہ ہوں گے۔ اگرچہ وہ اپنے حسن عمل اور طرز احساس کے اعتبار سے ہر سچشتی فقیر کے مدحت گزار تھے، جو فجر جہاں غریب نواز کی غلامی کے سلسلے میں بندھا ہوا تھا۔ ان کے کلام کے مطالعے سے اس مسئلے پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ (۸)

[۲]

ذیل میں ان کے دو غیر مطبوعہ فارسی خطوط (۹) کا متن درج کیا جاتا ہے، جو انھوں نے خواجہ محمد سلیمان خان تونسوی المعروف بہ خواجہ پیر پنہان غریب نواز (م ۱۸۵۰ء/ ۱۲۶۷ھ) (۱۰) کے نام لکھے ہیں۔ یہ خطوط مساقب شریف (۱۱) مرتبہ حافظ احمد یار (۱۲) میں موجود ہیں۔ اس مجموعے کے فاضل مرتب نے لکھا ہے کہ:

”بادشاہ دہلی محمد سراج الدین خاں غازی بہادر نامی کہ الی  
یوم التحریر ۱۲۷۳ھ دی حیات است دام اللہ بقا بہ آن طور معتقد ذات  
بابر کات بود کہ از دہلی شریف عرایصات در استدعای حصول  
محبت الہی و وصول معرفت نامتہائی گذارش کردہ می ماند۔ چنانکہ  
دو نقل عرایصات اوشان بندہ را بدست آمدہ بود۔ موجود افتادہ اند،  
گواہیاً بقلم آورده می شود“۔ (۱۳)

مساقب شریف کے ص ۴۴۶ تا ۴۴۸ پر نقل ہونے والے یہ دونوں خط اپنے مندرجات کے اعتبار سے نہایت اہم ہیں۔ ان سے جہاں ایک طرف بہادر شاہ ظفر کی ذہنی اور روحانی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے، وہیں دوسری طرف سلسلہ چشتیہ کی ہر خاص و عام کے یہ شفقت اور پشت پناہی کا پتا بھی چلتا ہے۔ دونوں خط مرصع اور مقفی اسلوب نگارش کا عمدہ نمونہ ہیں۔ خطوط کی ترتیب و تہذیب کے دوران میں، دو تین الفاظ حسن تفہیم کی گرفت سے باہر ہے۔ راقم نے انھیں فکر و آہنگ کی معنوی تعبیر سے ہمکنار کرنے کی کوشش کی، مگر کاتب کی شکستہ نویسی سے آتی رہی۔

لہذا ان کی صورت نویسی کرتے ہوئے قوسین میں سوالیہ نشان لگا کر انھیں نشان زد کر دیا گیا۔ اسی طرح ترجمہ کرتے وقت بھی ان الفاظ سے صرف نظر کیا گیا، مگر ایک آدھ جملے میں ان کی موجودگی تفہیم اور تعبیر کی روشنی کو ماند کرتی رہی۔ راقم نے محض اندازے سے اس جملے کا مفہوم لکھ کر اسے بھی نشان زد کر دیا ہے۔ ترجمے میں تین مقامات پر وضاحتی جملوں کو چھوٹی بریکٹ میں لکھا گیا، کیونکہ یہ ناقہ بے مہار کے مانند، قطار میں سفر پیمائی کے کُسن اور رعنائی سے بے خبر تھے۔

[۳]

متن خط نمبر ۱:

صدر شہسیر سریر قضیت و صدارت گریں محافل عوئیت، سرگروہ و افغان  
شریعت، فافہ سالار سالکان صریقت، غواص بحر حقیقت، گوہر دریای معرفت،  
قدوة السالکین، ربدۃ العارفين، حصر طریق ہدایت و ارشاد، سلیمان ملکہ عیبت و  
امداد حصرت مولانا شاہ سلیمان صاحب سلمہ الرحمہ و رید عمایتہم و برکاتہم  
بعد سلام مسنون الاسلام و آروزی زیارت فیض بشارت و اصح حاصر شریف  
آئینہ پُر انوار لطیف باد کہ ہر چند این بیار مسد در گاہ الہی بظاہر مسمکی  
سریر سلطنت جالی چہار بالش خلافت است، ولیکن نصر بر مثنویات اُخروی۔  
در حال بیاد ایردی مصروف و پیوستہ بہ شعاع باطنی مشعوف بہ باشد، مگر گاہ  
گاہی بمنقصای تعلقات بشریہ و مستلریات عادات اسبابہ گوہ عفتی و  
ہولیتی ۱۴ ہم رو میدہد و اریں تفرقہ باطنی حلی تأسف مستولی خاطر میگردد و  
سعادت انقباض صغ می پیوندد۔ بابرین منہای تمہای این جانب جہیں سنت کہ بہ  
شعاع معمول حصرات صوفیہ رحم اللہ علیہم اشتعال و رزیدہ آمد، تا مرآۃ قلب ار  
رنگ کدورت محلی و مصفا ماند و می بی باد الہی کہ وسببہ حیلہ نجات  
اُخروی و دریعہ جلیبہ سعادت دیوی است، مگردد۔ چند دریں جزو زمان در رمرہ  
خُدار سیدگان بہتر از آن قدوة السالکین و اردان چہار دان ۱۴ نشان نمی دہد

در خاطر چندان اعتقاد - خود شناس - هیچ گشته که وجود حجاب صهرب  
شیر شوق غایب آن محزون کرامات در محبت خدا و فی یومعه اگر مواعید این  
مویه بودی آن وقت ملاقات رسیدی، الا درین حال سدغای چندان که کدام  
شعل مؤثر موافق صریقه فنیقه غایبه چندان جشتیه پوشه فرساده شود، تا مدد و صب  
سموده آید و بیر مولوی محمد حیات صاحب (۲) که مرید خاص آن خدا شناس  
است به تاکید تمام و مبالغه ناه ارقام باید که در هر هفته دو بار از ملاقات خود این  
جانب مسرور گرداند و در آموزش سماع مقلده دریغ به نماید که هر آینه  
ظهور این معنی موجب جمال مصونی این مشتاق تواند بود فقط

مرقمه ۱۷ - ماه ذی قعد ۱۲۶۰ هـ ۷ سنه جلوس

### متن خط نمبر ۲

عارف معارف حقیقت، کسب مکشف طریق، ربه الاضیاء، برهان  
الانقیاء، سلاله اولیای عصه، عبادۀ قصاب کرام، خادای ضریق هدیه، مهدی هدایت  
راه خدا، مهبط سوار ایردی، مؤید اسرار سرمدی، قدوة العالَمین، عمدة العارِفین،  
محبوب خدا، مقبول مصطفی، تکه مریدان، دستگیر در ماندگان، محزون معدن  
کرامات زاد الله بر کاتبه و موصفهم!

بعد از تحاف هدیه سلام که همین نعت سلام است، تمای قدم بوسی  
استانه قدسی عالیّه متعالیه مشهود صمیر قدسی نظیر بد - صحیفه شریفه که نسخه  
تقویت دل ساتوان و تعوید حرر جان، مشحون به مضامین و عیانت گوناگون و  
توجهات رور افروز هم دست جامع صفات بیست سرشتی میان حسام الدین  
جشتی (۱۵) در عین انتظار رسیده، دیده منتظر را نوری و صیه را سروری بخشید این  
کلمات طیه و نکات بابر کات مجرد سماعت حاضر مخزون که غنچه و راز دیر  
بیار در انقباض بود، به نسیم اسباط گل گل شگفت و لب شای مصرح القلوب



کشودہ۔ بہ شکرِ این عظمای اگر فتحِ دو زبان را ہزار زبان پیدا کند، یکی از ادا سازد بجز این کہ بہ دُعای بقای آن سرچشمہ آب بقا پر دارد و ارشادِ ہدایت بسپارد پیشتر بہ مولوی صاحب مولوی محمد حیات جی رسانیدہ، او شانِ حسب الارشادِ عالی مہربانی ہائی فرماید و آنکہ گنہ می شود بہ سباعتِ گوشِ حوش بیوش پذیرا می نماید۔ اُمید از فیضِ عمیقہ آنکہ شریعت و صریقت گنجینہ اسرار حقیقت و معرفت چنان است کہ این دور افتادہ را اگرچہ بظاہر دوری بہ مہجوری است، نیکس بہ دلِ غیبِ حصولی است، دور بہ پدیدار و از مرہ حاصرانِ حاد خدمتِ فیضِ درجت و یکی از مریدان و نظر کردگانِ خود شمارند و نظرِ کیمیا اثر بر حالِ این کم مایہ مبذول دارند:

آنانکہ کہ خاک را بہ نظرِ کیمیا کند

آیا بود کہ گوشہٗ جسمی بما کند (۱۶)

و یارِ مسد در گاہِ انہی را کہ از امدادِ شعی عالیہ سہ مصفا و حاصرِ محنی است۔ الحمد للہ تعالی شاہ دات با برکاتِ دیر گاہ سلامت با کرامت دارد بحق اسی و آل الامجاد۔

بمصلحتِ سامعہ حضرت مولانا مرشدناشاہ سلیمان صاحب سلمہ الرحمن مکشوف ہاد۔

محرمہ شبِ چہارم ماہ ربیع الاول ۱۲۶۱ھ (۸) سنہٗ جلوس

مسمی محمد سراج الدین شاہ غازی بہادر

بہ سجعِ مہر

[۴]

ترجمہ خطِ نمبر:

سلم مستون کے بعد آرزوئے زیارت فیض بشارت انوار لطیف سے معمور خاطر شریف

پر واضح ہو۔ اگرچہ یہ نیازمند بظاہر دہلی کے تخت پر جلوہ آرا ہے، مگر اس کی نگاہ، خروید، جزو ثواب پر لگی ہے اور یہ یاد ایزدی میں منہمک اور شغل باطنی میں مشغول ہے۔ گاہے بگاہے بشری تقاضوں اور فطرت انسانی کے باعث غفلت سرزد ہو جاتی ہے اور یوں یہ باطنی انتہی مستولی خاطر کا سبب بن جاتا ہے اور انقباض طبیعت کو جکڑ لیتا ہے۔

ہاں ہمہ فقیر کی تمنا یہ ہے کہ حضرات صوفیہ کے معمولات اور اشغال پر عمل پیرا رہے، تاکہ اس کا آئینہ دل زنگ کدورت سے پاک اور منزہ ہو جائے اور کوئی بھی محو یاد الہی (جو آخرت کا وسیلہ جمیلہ اور سعادت دنیوی کا ذریعہ جلیلہ ہے) سے خالی نہ رہے۔ اس زمانے میں آپ سے کوئی بھی بڑھ کر نہیں [؟]۔ دل میں آپ جیسے خدا شناس پر اس طرح اعتقاد راسخ ہے کہ باوجود حجاب ظاہری قوت متحیلہ میں آپ ہی کی صورت جلوہ گر ہے۔ اہل ملحق، نیا دامن گیر نہ ہوتے، تو اسی وقت ملاقات کے لیے حاضر ہوتا، لیکن ان حالات میں اتنی سی استدعا ہے کہ سلسلہ چشتیہ کا کوئی وظیفہ لکھوا بھیجیں، تاکہ اُس پر دعا و امت کروں اور یہ بھی کہ اپنے مرید خاص مولوی محمد حیات کو تاکید فرمائیں کہ وہ ہفتے میں دو دن شرف ملاقات سے مسرور فرمائیں اور اشغال کی آموزش میں دریغ نہ فرمائیں، تاکہ اس مشتاق پر ان اور او کی معنویت کے جمال کا ظہور ممکن ہو سکے۔

ترجمہ خط نمبر ۲:

ہدیہ سلام (کہ یہی تحفہ اسلام ہے) کی پیش کش کے بعد، آستانہ عالیہ کی خاک بوسی کی تمنا قدسی مثال ضمیر پر آشکار ہو۔ تو جہات روز افزوں اور عنایات و ناکوں سے معمور گرامی نامہ (جو کہ دلی ناتواں کے لیے تقویت اور جاں کے لیے حرز و تعویذ ہے) میاں حسام الدین چشتی کے ذریعے عین عالم انتظار میں موصول ہوا۔ دیدہ منتظر کے لیے نور اور سینے کے لیے باعث سرور ہوا۔ ان کلمات طیبات اور نکات باہرکات کی محض سماعت ہی کے طفیل وہ پریشاں خاطری، جو مدت سے غنچے کی طرح انقباض کا باعث تھی، نسیم انبساط سے پھول کی طرح کھل اٹھی اور لب شانے دل کو خوشی سے بھر دیا۔ اگر قلم دوزبان کی ہزار زبانیں بن جائیں، تو اُن عظماء کا ذرہ برابر شکر یہ ادا نہ ہو، سوائے اس کے کہ یہ فقیر اس سرچشمہ آب بقا کی بقا کے لیے دعا کرے۔ قبل ازیں ارشاد

ہدایت بنیاد مولوی محمد حیات جی کو پہنچا اور وہ عالی جناب کے حسب ارشاد مہربانی فرماتے ہیں۔ جو کچھ کہہ جاتا ہے، گوش حق نبیوش اس کی سماعت میں کاہلی نہیں کرتا۔ گنجینہ اسرار حقیقت و معرفت اور عمیم الکنہ شریعت و معرفت کے فیض کا امیدوار ہوں۔ یہ دور افتادہ بظاہر جمہوری کی بنا پر دور ہے، حال نکہ اس کا دل میں حضوری میں ہے۔ اسے دور نہ جانیں اور زمرہ حاضران میں گردانیں۔ اپنے مریدوں میں شمار کریں اور اس کم مایہ پر اپنی نگاہ کی کیا اثر مبذول فرمائیں وہ گوگ جو خاک و ایک نظر میں سمیا کر دیتے ہیں، ان سے کیا بعید ہے کہ وہ ایک گوشہ چشم ہماری طرف بھی کریں۔

سلسلہ چشتیہ کے اوراد و وظائف کے اشغال سے باعث اس نیاز مند کا سینہ مصفا اور مجلی ہے۔

خداوند کریم بطفیل محمد و آل محمد آپ کو تادیر سلامت باکرامت رکھے۔

حضرت مولانا مرشدنا شاہ سلیمان صاحب سلمہ الرحمن مطالعہ فرمائیں۔ (معبور مجلہ شعبہ  
۱۰۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد ۲۰۱۱ء)

### حواشی اور حوالے:

- (۱) جہاد شاہ طہر انجمن ترقی اردو (بند)، نئی دہلی ۱۹۸۶ء، ص ۲۳۸
  - (۲) سلسلہ چشتیہ کے مجدد، مولانا نظام الدین اورنگ آبادی کے مرید و خلیفہ، قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی اور شاہ نیاز بریلوی کے پیرو مرشد، فخر جہاں فخر الدین محمد دہلوی اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ ۱۱۶۳ھ میں دہلی میں درود فرمایا اور پھر اپنی وفات (۱۱۹۹ھ) تک یہیں مقیم رہے۔ اب قطب صاحب کی بارگاہ عرش مقام میں آسودہ خاک ہیں۔ مقبہ محریہ، ہونڈ محریہ، شجرۃ الانوار، مشوی محریہ نظام اور محراب صائیں ان کے ملفوظات اور مناقب پر مشتمل وہ مجموعہ ہائے علم و فن ہیں، جن کی معنوی اور جمالیاتی صدیقہ احساس روز افزوں ہے۔
  - (۳) غلام قطب الدین، فخر جہاں غریب نواز کے اکلوتے فرزند ارجمند تھے۔ وہ اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ انھیں اپنے والد گرامی سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ ۱۱۹۹ھ میں ان کی رحلت کے بعد وہ ان کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ خلافت انھیں قبلہ عالم غریب نواز سے ودیعت ہوئی۔
- حاجی نجم الدین نے لکھا ہے کہ:

”وقتیکہ مولانا صاحب قطب الدین صاحب اورنگ آباد تشریف بہ دہلی



- (۷) تاریخ ہند (ج ۱۰) علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ پریس، علی گڑھ ۱۹۱۷ء، ص ۳۴۶
- (۸) اس ضمن میں بہادر شاہ ظفر کی کلیات سے فقر جہاں غریب نواز، قلام قطب الدین، نادر مصلح الدین کالے صاحب اور قاضی مقل محمد کوٹ مٹھن وغیرہم کے حوالے سے ان کی غزلیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

(۹) یقین ہے کہ علی گڑھ کے تحت پر متمکن بہادر شاہ ظفر نے اپنے عرصہ حیات میں مختلف امور پر مبنی سیکڑوں خطوط لکھے ہوں گے، لیکن حیرت ہے کہ آج ان کا کوئی خط محفوظ نہیں۔ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے بعنوان ”مکتبہ بابا بہادر، کدوسی“ - بحسی و تصانیف میں ان کے دو اردو خطوط کو شائع کیا تھا، لیکن وہ ان کے مندرجات سے مطمئن نہیں تھے۔ بعد میں ان خطوط پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر اعظم پرویز نے لکھا ہے کہ ”فاروقی صاحب نے تو بلا ساس شبہ ظاہر کیا تھا، تاہم تمام حالات کو سامنے رکھ کر اعتماد کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان دونوں خطوط کو ظفر سے منسوب کرنے کے لیے کوئی قابل قبول شہادت موجود نہیں“۔ [ہادر شاہ ص ۳۰۴] اس صورت حال میں بہادر شاہ ظفر کے دو فارسی خطوط کی بازیافت یقیناً بہت اہم ہے۔

- (۱۰) خواجہ پیر پٹھان غریب نواز ۱۱۸۴ھ و ملا قہ سٹکھڑ کے ایک گاؤں گڑگوچی میں متولد ہوئے۔ پندرہ سال کی عمر (۱۱۹۹ھ) میں قبلہ عالم غریب نواز کے دامن شفقت سے وابستہ ہو گئے اور ۱۲۰۵ھ میں خلافت سے فیض یاب ہوئے۔ پھر بائیس سال تک وہ تونسہ مقدسہ میں سلسلہ چشتیہ کی مسند عرش مقام پر جلوہ افروز رہے۔ ۷۰۰ھ مفر ۱۲۶۷ھ کو واصل بحق ہوئے۔ تونسہ مقدسہ میں ان کا آستانہ عالیہ مرجع خلافت ہے۔ مصاف شریف، مشحوب المصاف، مصاف سلسلی، راحت السعفیہ (گلشن اسرار)، صاف السالکین، ملفوظ شریف، مصاف محبوبین اور انتخاب گلشن اسرار وہ مجموعہ ہائے احوال اور ملفوظات ہیں، جن میں خواجہ پیر پٹھان غریب نواز کی زندگی اور تعلیمات کی نورانی کرنیں خوفناں ہیں۔

- (۱۱) مصاف شریف خواجہ پیر پٹھان غریب نواز کے احوال، مناقب اور ملفوظات کا نہایت ہی اہم اور نادر الوجود مجموعہ ہے۔ حافظ احمد یار پاک پٹی اس کے جامع اور مرتب ہیں۔ سلسلہ چشتیہ کی تاریخ میں خواجہ پیر پٹھان غریب نواز کے سب سے زیادہ مجموعہ ہائے ملفوظات مرتب اور مدون ہوئے۔ ان مجموعہ ہائے ملفوظات میں مصاف شریف کو جزئیات نگاری اور معلومات آفرینی کے

باعث ہے پناہ امیت حاصل رہی۔ خواجہ احمد بخش غریب نور (۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) کے ایما پر مولوی محمد بنڈی نے مستحب مہذب (مستحب حاد) کے عنوان سے اس کی تلخیص کی۔ بعد ازاں مستحب المساقب کی اشاعت اور ترویج فی بدو ت یہ مجموعہ مناقب طاق نسیں کی زینت بن گیا اور یوں اس مجموعے کے قافی نسخے بھی آج بھی دستیاب رہے۔ بیسویں صدی میں خواجہ پیر پٹھان غریب نواز اور ان کے خلف کے احوال و سوانح پر خاص کام ہوا، لیکن عدم دستیابی کی وجہ سے یہ مجموعہ ان تحقیقی آثار کے، خد اور منافع میں بھی شامل نہیں رہا۔

۹۔ نومبر ۲۰۱۰ء کو راقم قبلہ عالم غریب نواز کے عرس کے موقع پر چشتیاں میں حاضر ہوا، تو پیر محمد اجمل چشتی کے کتب خانے کے نوادر کی زیارت سے بھی فیض یاب ہوا۔ یہاں ایک ہزار سے صفحات پر مشتمل ایک ضخیم نسخہ بھی نظر نواز ہوا، جو آخر چہ ابتدائیے اور ترقیے سے محروم ہے۔ تاہم ورق گردانی کے دوران میں معلوم ہوا کہ یہ نسخہ کوئی اور نہیں، سلسلہ چشتیہ سلیمانہ کی وہی متاع گم گشتہ ہے اب دیکھنے کو جس کے آنکھیں ترستیاں ہیں

پیر محمد اجمل چشتی کی بندہ پروری سے اس کا کس فراہم ہوا۔ دوران مطالعہ اس مجموعے میں بہادر شاہ ظفر کے پیش نظر خطوط بھی جاذب نظر ہوئے۔ راقم اس نسخے کے مندرجات کا صفحہ بہ صفحہ اشاریہ مرتب کر رہا ہے، تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس مجموعے کے کون کون سے احوال و مناقب دوسرے مجموعوں میں مذکور نہیں ہوئے۔

(۱۲) حافظ احمد یار پاک پتن کے متوطن تھے۔ وہ ماہ صفر ۱۲۳۵ھ میں اس وقت دولت بیعت سے سرفراز ہوئے، جب خواجہ پیر پٹھان غریب نواز، خان محمد صادق خان و ان بہاول پور کی دعوت پر احمد پور میں رونق افروز تھے۔ باغ خانوالا المعروف باغ نصر خان ہوجی میں ایک تقریب برپا ہوئی، جس میں حافظ صاحب موصوف ان کے سلک خلائی میں شرف ہوئے۔ بحوالہ مساف شریف ص ۱۸۸ انھوں نے اپنے پیر و مرشد کے احوال اور ملفوظات کا ایک جامع مجموعہ بعنوان مساف شریف بھی مرتب کیا۔ یہ مجموعہ معرفت و حقیقت کا صحیفہ اور تجذیب معنی کا ظلم کدہ ہے۔

(۱۳) مساف شریف (قلمی) ص ۴۴۶

(۱۴) مولوی محمد حیات بہاول پور کے متوطن تھے۔ ان کا مساف شریف نامہ محمد خان احمدی پرنس،

۱۷۶۷ء میں انھیں قید خانہ غریب خانہ نے نذر خواجہ قاضی کا قتل محمد کوٹ منھن سے بیعت کیا۔ شرف حاصل تھا۔ اعداء سے محبت و دوستی۔ (قلمی) نور محمد مہذبی ص ۲۵۴ اور خواجہ پیر پٹھان غریب نواز کے خلیفہ بن گئے۔ انھوں نے اپنی زندگی کا طویل زمانہ دہلی میں بسر کیا۔ جہاں وہ مختلف مدارس میں علوم دینیہ کی تدریس میں مگن رہے۔ وہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے معاصر تھے، رافضی فقہی مسائل میں ان سے بحث کا اتفاق بھی ہو جاتا تھا، لیکن مولانا موصوفی ان کے علم و فضل کے سبب حد قدرا ان اور مفتاح تھے۔ معروف ریاضی دان مولوی عبدالرحمن ناچن، مولانا محمد علی مونگیری اور مولانا رحمت اللہ علیہ انوی وان سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ حافظ احمد یار نے بقول:

”در دہلی شریف جہاں صاحب زماں بزرگوار کثیر مخلصان و مریدان

بحادر معیت شان مشرف اند۔ [مذہب شریف (قلمی) ص ۹۲۵]

بہادر شاہ ظفر کو بھی ان سے بے پناہ عقیدت تھی، بلکہ وہ

”کار و صفات و شعل شمع سبحان گفتہ مولوی صاحب معین می

اورد۔ [مذہب شریف ص ۹۲۵]

وہ اکثر و بیشتر پاییدہ دہلی سے تھے۔ تیسرے مقدمہ سر جلوہ آراہ سوتے۔ انھوں نے دہلی میں وفات

پائی اور خواجہ نظام الدین اولیائی بارگاہ میں مقدمے کے قریب پیوند خاک ہوئے۔

(۱۵) میاں حسام الدین چشتی کون تھے؟ تذکرے اور طبقات ان کے ذکر خیر کے ضمن میں خاموش ہیں

۔ البتہ اس خط کے تناظر میں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تیسرے مقدمہ میں ان کی آمد و رفت رہتی تھی اور

بادشاہ دہلی سے بھی انھیں تعلق خاطر تھا۔ تیسرے مقدمہ میں ان کی آمد و رفت کی بنا پر یہ کہا جاسکتا

ہے کہ وہ یقیناً پیر پٹھان غریب نواز کی بیعت سے شرف رہے ہوں گے۔

(۱۶) یہ شعر غلط شیرازی کا ہے، مکرر وجہ دب۔ میں نہیں ملتا۔ حافظ سے اس کے اقتساب کے لیے ملا

حفظہ نو حسن انعم (جلد اول)۔ میر ولی اللہ ایٹ آبادی دوست چلی کیشنہ، اسلام آباد بار پنجہ







## خیر الاذکار فی مناقب الابرار: تجزیاتی مطالعہ

[۱]

حیر الادکار فی مناقب الابرار سلسلہ چشتیہ کا ایک نہایت ہی اہم مجموعہ احوال و مناقب ہے۔ اس مجموعے میں فخر جہاں شاہ فخر الدین محمد دہلوی، قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی، خواجہ نور محمد ثانی نارووالہ اور حافظ محمد سلطان پوری کے احوال کریمہ اور ملفوظات رائی شامل ہیں۔ اس ذریعے بہانے مرتب اور جامع مولوی محمد گھلوی ہیں۔ مولوی محمد، گھلوں (علی پور۔ مظفر گڑھ) کے رہنے والے تھے۔ وہ کب پیدا ہوئے اور انھوں نے کب وفات پائی؟ تذکرے اور طبقات اُن کے ذکر خیر سے خالی ہیں۔ ان کی زندگی کے اہم احوال اور واقعات پر وہ گمانی میں مقفوف ہیں، کیونکہ انھوں نے خود بھی کہیں اپنے احوال کی صورت آرائی نہیں کی۔ وہ سلسلہ چشتیہ کے روایتی معجز و انکسار میں رہنے ہوئے تھے۔ لے دے کر حیر الادکار ہی وہ واحد ماخذ ہے کہ جس میں کہیں کہیں ضمنی طور پر وہ اپنے نصب حیات کے مختلف کوائف کی ورق گردانی کرتے دکھائی دیتے ہیں، لیکن یہاں بھی اُن کی ذاتی کیفیات کا آہنگ اس قدر مدہم اور مبہم ہے کہ وہ بلند ہو کر سُر تال کی ہمت میں کوئی کردار ادا نہیں کرتا، بلکہ یہ محض لے کی اٹھان اور طوالت میں معاون ہوتا ہے اور یوں لے کی اس طویل اٹھان سے رنگ و آہنگ کی پوری اور مکمل تصویر نہیں بن پاتی۔

[۲]

حیر الادکار کے مطابق مولوی محمد گھلوی کے والدِ مکرم کا اسم گرامی غلام محمد تھا۔ مولوی صاحب موصوف خواجہ نور محمد نارووالہ کے دامنِ رحمت سے وابستہ تھے۔ (۱) وہ اپنی زندگی کا طویل دورانیہ حاجی پور، سلطان پور اور مہار شریف کے مابین محو سفر رہے۔ حیر الادکار سے اُن کے

دیگر اسفار کی تفصیلات بھی ملتی ہیں۔ ان اسفار سے اُن کی سفر پیا کی کا اندازہ ہوتا ہے۔ زندگی کے مختلف ایام میں وہ کسی بھی مقام پر زیادہ دیر فروکش نہیں رہے۔ حیرالادکار میں ہے کہ وہ تین سال مسلسل یارے والی میں اقامت پذیر رہے اور گا بے بگا ہے سلطان پور میں حافظ محمد کی صحبت سے مشرف ہوتے رہے۔ حافظ صاحب موصوف بھی کبھی کبھار بادبہاری کی طرح اُن کی طرف ملتفت رہے۔ (۲) باہمی محبت کا یہ سلسلہ حافظ صاحب کی وفات تک جاری رہا۔ بعد میں مولوی محمد گھلوی، حافظ صاحب کے مزار فیض آثار کی زیارت سے بھی کسب فیض کرتے رہے۔ (۳)

نارسیج مناسیح جنت کے مؤلف پروفیسر خلیق احمد نظامی (م ۱۹۹۷ء) نے مولوی صاحب کو حضرت نارووالہ کے خلفاء میں شمار کیا ہے (۴)، مگر اُن کی خلافت کا ذکر نہ تو حیرالادکار میں آیا ہے اور نہ ہی دیگر معاصر تذکار میں۔ البتہ انھیں کثرت سے اپنے شیخ کی مجالس میں حاضر باش کی سعادت میسر رہی اور جب کبھی وہ اُن کی مجالس سے دور ہوئے، تو مکاتیب کی صورت میں شیخ کی توجہ اور شفقت اُن کے شامل حال رہی۔ (۵) وہ ارادت اور عقیدت کا بے مثال مجسمہ تھے اور حیرالادکار کا ایک ایک لفظ اُن کی محبت اور عقیدت کی شہادت پر گواہ ہے۔

[۳]

مولوی محمد گھلوی اپنے عہد کے بہت پڑھے لکھے اور عالم و دانا انسان تھے۔ ساری زندگی درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ انھوں نے حیرالادکار کے علاوہ بھی کئی کتابیں لکھیں اور بہت سی کتابوں پر حواشی اور تعلیقات بھی تحریر کیے۔ شرح نگاری میں بھی وہ بلند مرتبے پر فائز تھے۔ اُن کی کتابیں اُن کی علمی متانت اور وقار کی آئینہ دار ہیں۔ تو نسہ مقدسہ اور مکھڑ شریف کے کتب خانوں میں اُن کی مندرجہ ذیل تالیفات محفوظ ہیں:

کتب خانہ تونسہ مقدسہ:

- شرح مسکنہ نامہ (جلدیں) (۶)

- شرح یوسف زلیخا (۷)

- شرح نوستان (۸)

- حاشیہ تحفۃ الاحرار
- حاشیہ بر معتز بن اسرار
- شرح مطلع الانوار (۹)
- شرح کریمہ
- شرح نعمة الصنائع (۱۰)
- شرح گلستان
- شرح نام حق (۱۱)

کتب خانہ مولانا محمد علی مکہڑ شریف:

- شرح بوستان سعدی (۳ نسخے)
- مکتوبہ سید نذر شاہ مکہڑی: ۱۲۸۲ھ
- مکتوبہ: عبد المجید: س. ن
- مکتوبہ: نامعلوم: س. ن
- شرح پند نامہ عطار: (۲ نسخے) (۱۲)
- مکتوبہ: اللہ جوایا مہاروی: س. ن
- مکتوبہ: عبد المجید: ۱۲۸۸ھ
- شرح سکندر نامہ (جواؤل)
- مکتوبہ: اللہ جوایا مہاروی: ۱۲۸۹ھ
- شرح سکندر نامہ (جواؤل)
- مکتوبہ: اللہ جوایا مہاروی: ۱۲۸۹ھ
- شرح یوسف زلیخا جامی (۳ نسخے)
- مکتوبہ: عبد المجید: ۱۲۹۳ھ

- شرح مسحة الابرار جامی (۱۳)
- محمدی شرح حصن الحصین
- مکتوبہ: نظام الدین نظامی: ۱۲۲۶ھ
- شرح تحفۃ الصنائع
- مکتوبہ: حافظ اللہ جوایا مہاروی، ذی الحج ۱۲۸۷ھ
- شرح شرف نامہ
- مکتوبہ: نامعلوم

## [۴]

مولوی محمد گھلوی شاعر بھی تھے۔ فارسی اور عربی میں اُن کی منظومات اُن کے تخلیقی شعور اور جمالیاتی وجدان کی ترجمان ہیں۔ خیر الاذکار (نسخہ الف) کے آخر میں اُن کی چار منظومات بھی شامل ہیں۔ ان تخلیقات کی حیثیت تبرک کی ہے، لہذا انھیں یہاں نقل کیا جاتا ہے (۱۳):

## نعت

ای سر پریمبران مشتاقِ دیدارِ توام	ای شفیعِ عاصیانِ مشتاقِ دیدارِ توام
تو پادشاہی من گدا، تو قبلہ من قبلہ نما	ای پیشوایِ مرسلاںِ مشتاقِ دیدارِ توام
در عرصہ کون و مکمل طلتِ عطا حکمی روی	سلطانِ سر پر کن فکاںِ مشتاقِ دیدارِ توام
دہلی جمالِ کبریا گشتی پر زرش آشنا	شہبازِ لوحِ لامکاںِ مشتاقِ دیدارِ توام
دلری جمالِ بوالعجب علمِ برہمتِ حدِ بلب	ای راجِ روحِ خستگانِ مشتاقِ دیدارِ توام
لڑھولِ آن روزِ پسینِ دارم دلِ اتلوہگیر	ای چارہ یی چارگانِ مشتاقِ دیدارِ توام
جز تو ندارد از کسی اُمیدِ باریِ مفلسی	ای غم گسارِ بی کساںِ مشتاقِ دیدارِ توام
زیرِ لوایتِ انبیا محتاجِ تو شاہ و گدا	ای فیضِ بخشِ ہمسگانِ مشتاقِ دیدارِ توام

### مناجات بجناب سید الکائنات علیه افضل الصلوة

یا حبیب الاله خدیدی	ما لعجزی سواک مستدی
کن رحیما لذلتی و اشفع	یا شفیع الوری الی الصمدی
اعتصامی سوا جنابک لی	ایس یا سیدی من الاحدی
غیر عونک فلیس فی الدارین	لعلیل ذلیل معتمدی
صلواتی علیک فی الماوین	کان متجاوزا الی العددی
و علی اهل بیته طرا	و علی آلہ الی الابدی
و علی الصحب کلهم اجمع	هم نعوذ الی الهدی الی الرشدی
و علی التابعین هم کانوا	لخیام السداد کالو تدی
استغثو العاجز مضطر	شمر و اذیلکم الی الممدی

### غزل

یاد باد آنکه ترا لطیف نظر بر ما بود	دست ما خیل گدای بهره و راز دلی شما بود
طالب ما مددی کرد که بستیم بتو	عهد شاهی و غلامی که بمیثاق وفا بود
شکر صد شکر که لیکن من اکنون شده راست	رستم از جهل و خطا قسمت ما دین خدا بود
شاد ای دل که ز درگاه شهبان یافته ام	این همان نامه ابدی که با مصای خدا بود
یاد باد آنکه بمشکوی تو ای بنده نواز	بنده بر شمع جمال تو عجب شیدا بود
صد جرم من محور تماشای تو در جلوه ناز	اندراں حلقه ز خود رفته و بر خاک خدا بود
نیم بسمل شده آنجا زنگاه تو دل ما	بالله این طره ادا بود که در دور قصا بود
بزم تو رشک ارم بود که داریم بیاد	لعل تو قوت روان بخنده ضرب افزا بود
یاد باد آنکه بدمسازي احباب دگر	حضرت وصل توام مایه صد فوق و صفا بود
مصطفی نور خدا نور رخس و قف شما	لاجرم قصص تو بر ما همگی نور و ضیا بود
صورت و سیرت تو همه ارشاد به دل ما بود	قول و فعل تو بدین رهرو هم قبله نما بود

ہر زمان ساقی برار ہمی دہ بہریت      مایہ وحلہ شور آمد ہمسگی و جد و ہا بود  
 بسد گمان مہر ترا بہاد کسان آہ زنان      عیش شاد دار ہدان گوہ کہ ہارک و ہوا بود  
 من ہدان حشر علی کہ غش مینہ گلخت      رسم آخر بہ نشاطی کہ ہدان دُہر ما بود  
 مگر چہ بد کارم و بیکارم اما بدو صد دل      دارم امید ہشامی کہ نگاہش بگدا بود

### غزل

صبا بکوچہ آن یار جود ہمی گلری      اذا القیت حسبی فقل لہ خبری  
 تر چہ سود کہ مار بہ ہجر می سورتی      فان مرحمت بہذار صبت فی صرری  
 بکج درد چہ سب ہا ششہ ام شد      عسی جمالت یحلو علی کالہدیری  
 ر دہر عشق بیارم کہ یا بروم      ہنا بکون مقامی و مستہا عمری  
 بیاد روی تو ار دیگران تہی شدہ ام      فہا وجدت نسالی سواک من اثری  
 بظاف ابروی بست این دل حزین مائ      صد افر سجدی الیک فی القدری  
 ہمیں پس ار تو کہ داغ علامہ دہی      مہا بعدک فوق اقبول من فحری  
 شہار صہب نگہی کہ من گدائی ہو نہ      عسی صانت صوفی بلصکم خبری

[۵]

زندگی کے آخری ایام وہ اپنے گاؤں گھلواں میں اقامت پذیر رہے۔ حاجی پور اور اُس کے گرد و نواح میں مشہور ہے کہ اُن کی وفات گھلواں میں ہوئی، لیکن اُن کی وصیت کے مطابق اُن کا جسدِ خاکی تدفین کے لیے حاجی پور لایا گیا۔ (۱۵) اُن کی قبر خواجہ تارو والہ کے مزار کے قریب ہے۔ قبر پر کسی بھی نوع کا کوئی کتبہ نصب نہیں، جس سے اُن کی زندگی کے احوال اور سہ وصال کا تعین ہو سکے۔ رانا غلام حسین (۱۶) نے اپنے ایک خط میں لکھا کہ

”حاجی پور میں مزار شریف میں داخل ہونے کا راستہ (میں دروازہ) شمال کی طرف ہے۔ آگے وسیع صحن ہے۔ پہلے مزار کے اندر جانے کا دروازہ بھی شمال کی طرف تھا، لیکن اب اُسے جالی لگا کر بند کر دیا گیا ہے۔ اُسی دروازے سے ملتی

مسجد ہے۔ اب دروازہ مشرق کی طرف ہے، جس کے آگے ایک ہال ہے۔ اُس کے تین دروازے شمال کی طرف ہیں اور تین جنوب کی طرف ہیں۔ مزار کے جنوب کی طرف بہشتی دروازہ ہے، جبکہ مغربی سمت میں کوئی دروازہ نہیں ہے۔ مزار شریف کے اندر کل چھ قبریں ہیں۔ حضرت نادر دوا کے مزار کے مغرب میں بالترتیب تین مزار ہیں۔ حضرت خواجہ غلام رسول، حضرت نور محمد ثانی، حضرت محمد ثانی، خواجہ صاحب کے مزار کے مشرق میں بالترتیب دو مزار ہیں۔ حافظ محمد سیں، خواجہ غلام رسول المعروف اللہ ذیویا۔ مشرقی دروازے کے سامنے ہال سے ملحقہ خواجہ منظور فرید کا مزار ہے۔ ہال کے جنوبی دروازوں کے باہر بہشتی دروازے کے مشرق میں تین قطاروں میں کل ۲۳ قبریں ہیں۔ بہشتی دروازے سے ملحق مشرق میں پہلا مزار حضرت نادر دوا کے والد صاحب کا ہے۔ اُس کے بعد ۷ قبریں ہیں۔ دوسری قطار میں مغرب سے مشرق میں ۱۰ قبریں ہیں اور تیسری قطار میں پانچ۔ باپ جنت کے مغرب میں وسیع قبرستان ہے، جو مزار کی پشت سے ہوتا ہوا مسجد تک پھیلا ہوا ہے۔ اُسی قبرستان کی جنوبی سمت میں دوسری قطار میں مشرق سے مغرب [کی طرف] کل ۱۰ قبریں ہیں۔ مشرق سے مغرب کی طرف گنتی کریں، تو ۴ نمبر پر حضرت گھوڑی کا مزار ہے۔“ (۱۷)

[۶]

حیرالاد کا رمی مناقب الابرار تین فصلوں میں منقسم ہے۔ پہلی فصل قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی کے ملفوظات گرامی کو محیط ہے۔ دوسری فصل کی ابتدا میں مؤلف نے اپنے نام خواجہ نور محمد ثانی نادر دوا کے چار رقعات نقل کیے ہیں۔ مکتوبات گرامی کی تحفیظ کے بعد خواجہ نادر دوا کے ملفوظات اور احوال قلم بند ہوئے ہیں۔ تیسری فصل حافظ محمد سلطان پوری کے احوال و مناقب سے متعلق ہے۔ تینوں فصلوں کی ابتدا میں مؤلف نے میاں آدم جیو اور سید علی بخش شاہ اجیری کی وساطت اور روایت سے تیمنا اور تبرکافر جہاں خواجہ فخر الدین محمد دہلوی کے تین واقعات نقل کیے ہیں۔ یوں یہ مجموعہ گرامی چشتیہ سلسلے کے چار جلیل القدر عارفوں کے احوال، مناقب اور ملفوظات



کا ترجمان ہے۔

رسالہ حیرالاد کا کس زمانے میں مرتب ہوا؟ مولوی محمد گھنوی نے کہیں بھی اس راز سے پردہ نہیں اٹھایا۔ نہ ہی پورے رسالے میں کہیں سنہ و سال کا تذکرہ ہوا ہے کہ جس سے رسالے کی تحریر و تسوید کے زمانے کا اندازہ ہو سکے۔ خود مولوی صاحب کے احوال و آثار کی عدم دستیابی کی وجہ سے بھی اس رسالے کی زمانی حیثیت کا تعین دشوار ہے۔ البتہ حیرالاد کا رمل ایک واقعہ مذکور ہے، جس سے رسالے کی ترتیب و تہذیب پر قدرے روشنی پڑتی ہے۔ مولوی محمد گھنوی نے لکھا ہے کہ:

”[نقل از میاد محمد جولیہ مرحوم آنکہ اہل پردہ آنحضرت

قبلہ] در حین حیات ایشان اکثر اوقات بمرضی گرفتار می بودند و خود بدولت از آمدن و رفتن بمہار شریف برای زیارت و مصاحبت حضرت قبلہ عالم [و عالمیان] قدس سرہ ہیچ گاہی از عادت مستمرہ تفاوت نمی کردند۔ یکبار چنان اتفاق شد کہ حضرت مائی صاحبہ رضى اللہ [تعالی] عنہا تمام مریضہ بودند۔ چنانکہ تہیہ کفن ہم کردہ بودند حضرت قبلہ من در آن حین باوجود این شدت مرض بسمت مہار شریف عازم شدند و خلق اللہ حیران بود کہ مریض خود را گذاشتہ چگونه بیرون بسفر می روند؟ چون آنحضرت بدان عزم از شہر حاجی پور بیرون آمدند و خلق بسیار برای رحلت برکاب عالی بود و ہر کس را رحلت می فرمودند۔ میان محمد موسی والا کہ از علامان حضرت قبلہ عالم [صی اللہ تعالیٰ عنہ] و [ار] خادمان این حضرت [قبلہ عالم] بود و در خدمت ایشان تمام گستاخ بود و بی تحاشا ہر عرص کہ کردنی بودی، می کردی۔ بردیٹ آنحضرت رفتہ بشوخی گفت کہ: ترا ہیچ کس سخن راست نمی گوید کہ مریض را گذاشتہ بخدمت پیر [و] مرشد می روی۔ این کار کہ تو می کنی، ہیچ کس نمی کند۔ خود بدولت بردیٹ شدہ در گوش میان محمد موسی والا فرمودند کہ: ای

فلان [میان] مریض مدکور درین نوبت نمی میرد۔ پس میان مدکور  
دشست خورده بار استاد و تاب دم رد نداشت۔ آخر آن چنان شد کہ  
مائی صاحبہ رعی [اللہ عنہا] ازان مرض شفا یافت، بلکه بعد از وصال  
آنحضرت سی سال زندہ ماندند۔ (۱۸)

خواجہ نارودالہ کی پہلیہ محترمہ بقول مولوی صاحب ان کی وفات کے بعد تیس سال تک  
زندہ رہیں۔ گویا وہ ۱۲۳۳ھ میں راعی ملک عدم ہوئیں۔ اگر یہ درست ہے، تو قیاس کیا جاسکتا ہے  
کہ خیرالادکار ۱۲۳۳ھ کے بعد کہیں مرتب ہوا، مگر کس وقت؟ اس سوال کا حتمی جواب  
نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ خیرالادکار میں اس ایک واقعے کے علاوہ کہیں بھی کسی طرح وقت اور  
زمانے کی تعیین کے ضمن میں کوئی ایک آدھ جملہ بھی مذکور نہیں۔

#### [۷]

خیرالادکار کی زبان دری فارسی کا عمدہ نمونہ ہے۔ مرتب کا خلوص اور ارادت کیشی اس  
مجموعے کی حیات دوام کی دلیل ہے۔ اس میں فکر و فرہنگ کا اسلوبیاتی آہنگ شعور و ادراک کی  
جمالیتی معنویت کو اپنی تمام تر رنگینی اور رعنائی کے ساتھ منکشف کر رہا ہے اور یوں اس سے ایک  
طرف حسن خیال کے قرینے اپنے اپنے مدار میں گردش کناں رہتے ہیں، تو دوسری جانب اس کا  
حسن آہنگ گنجینہ معانی کی طلسماتی فضا کا آئینہ دار بن جاتا ہے۔ مولوی محمد گھنوی نے مشاہداتی  
معنویت اور صد اقبہ احساس کے مختلف اور متنوع رنگوں کے امتزاج سے ایک ایسا رنگِ سخن نکالا  
ہے، جو ان کے ادبیانہ اسلوب کا ترجمان بھی ہے اور ان کی متصوفانہ بصیرت افروزی کا علمبردار بھی۔  
خیرالادکار کے پیش منظر میں پھیلتا ہوا تصوف اور عرفان کا منظر نامہ شعور و خیال کی  
تاب ناک پرگواہ ہے۔ خیرالادکار میں عرفان و یقین کی خوشبو بھی ہے اور فقیہی مسائل کے رنگ  
بھی اور یوں خیرالادکار کی یہ خوشبو اور اس کا رنگ و آہنگ فکری اساس اور معنوی طرز احساس  
کے ایسے درپے وا کرتا ہے، جن سے نظامِ چشت کا دستور العمل اپنی تمام تر جمالیات کے ساتھ  
منکشف ہوتا ہے اور طرز احساس کی یہ معنویت رعنائی خیال کے منظر نامے کو اچال دیتی ہے۔ اُجلے

’جہ منظر کی اس رنگینی سے وحدت ذات کی جلوہ آرائی کے ایسے موسم طلوع ہوتے ہیں، جن کی بوباس کہیں اور محسوس نہیں ہوتی۔

حیرالادک۔ کئی حوالوں سے انفرادیت کا خزینہ ہے۔ اس کی چند نمایاں خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

(۱) اس مجموعے میں فخر جہاں غریب نواز کی مجالس کے جو تین واقعات آئے ہیں، وہ اس مجموعے کے علاوہ کہیں اور باصرہ نواز نہیں ہوتے۔

(۲) اس مجموعے میں قبلہ عالم کے جو ملفوظات نرائی نقل ہوئے ہیں، وہ نہ تو حلاصۃ السعوالد میں آئے ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے معاصر مجموعے میں۔ خاص طور پر انھوں نے مولوی محمد گھلوی کی فرمائش پر صوفیائے چشت کے اسمائے گرامی اور ان کے القابات پر حرکات و سکنات کی جو خوب صورت اور عارفانہ توجیہ کی ہے، وہ اس سے قبل کہیں اور مذکور نہیں ہوئی۔ بعد ازاں یہ توضیح اور تعبیر حیرالادک کے حوالے سے گلشن ابرار میں بھی نقل ہوئی ہے اور دوسرے کئی مجموعے بھی اس کی خوشبو سے معطر ہیں۔

(۳) اس مجموعے میں خواجہ نارووالہ کے چار مکتوبات بھی نقل ہوئے ہیں اور ان کے احوال و ملفوظات بھی۔ ان کے حوالے سے یہ مجموعہ بنیادی مآخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔ بعد میں چشتیہ سلسلے کے جتنے تذکرے بھی منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئے، ان میں خواجہ نارووالہ کے احوال اور تعلیمات کا مصدر اور مرجع یہی مجموعہ رہا ہے۔

(۴) فخر جہاں کے مرید و خلیفہ حافظ محمد سلطان پوری کے احوال و آثار بھی اس مجموعے کی وساطت سے پہلی بار سامنے آئے۔ اگر یہ مجموعہ حافظ صاحب کے احوال و مناقب کو محیط نہ ہوتا، تو فخریہ سلسلے کے اس عظیم فرد کے احوال و آثار کہیں پردہ گمنامی میں گم ہو جاتے۔

(۵) اس مجموعہ احوال و مناقب میں متعدد ایسی شخصیات کے نام اور احوال آئے ہیں، جو قبلہ عالم اور خواجہ نارووالہ کے دائرہ اثر و عقیدت میں بندھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگ غیر معروف اور گم نام ہیں، لیکن نامقبول نہیں کیونکہ ان کا حسن قبولیت اس سلسلے

کی سلاک نلامی میں منفیہ ہونے سے عبارت ہے۔

(۶) حیدر لدکار انیسویں صدی میں لکھے گئے چشتیہ سلسلے کے تذکروں کا بنیادی ماخذ، مخزنِ ربابہ۔ مناقب المحبوبین، گلشنِ ابرار، معجزاتِ وحشت اور نکسہ سیر ۱۰۵۱ ج میں اس کے حوالے اور اقتباسات کثرت سے نقل ہوئے۔ مابعد سہ تذکروں میں بھی اس کا ذکر تو ہوتا رہا اور آج بھی ہورہا ہے، لیکن اس کے براہِ راست حوالے اب کہیں دکھائی نہیں دیتے۔ یوں لگتا ہے کہ اپنی تحریر و تسوید کے معا بعد ہی یہ رسالہ نئے گمنامی میں دب کر رہ گیا۔ جن اتنی سب خانوں میں اس کے نسخے موجود تھے، ان کے وارثوں نے اس کی روشنی کو عام نہیں ہونے دیا۔ صوفیانہ ادب کے خزان کو حریہ جاں بنانے اور بنائے رکھنے میں بھی کوئی لطف تو یقیناً ہوگا، مگر انھیں عام کرنے اور ان کی خوشبو کو پھیلانے میں بھی ایک لطف: ایک ترنگ اور ایک وجہ تسکین بہر حال موجود ہے۔

[۸]

حیدر لدکار فی مناقب الانوار کے چار نسخے محفوظ ہیں، جن کی تفصیل سب ذیل ہے

الف۔ حیدر لدکار (عکسی نسخہ) مملوکہ مولوی محمد رمضان معینی، تونسہ مقدسہ۔

حیدر لدکار کے معلوم قلمی نسخوں میں قدیم ترین نسخہ ۱۲۸۸ھ کا مکتوبہ ہے۔ کاتب نے نسخے کے آخر میں ۲۱۔ شوال ۱۲۸۸ھ کی تاریخ تکمیل لکھی ہے۔ اس نے دادِ تاریخ بھی کہا ہے:

جو نیکہ مرقوم مودم بتمام

ہر دو ملفوظ ز شیعین امام

ہاتھی گشت مرا از حوش بخوی

زہ بکو رحمت بتاریخش گوی

’زہ بکو رحمت‘ کی ترکیب سے سنہ کتابت ۱۲۸۸ھ برآمد ہوتا ہے۔ اس نسخے کے کاتب خدابخش چوہان ہیں۔ اگرچہ انھوں نے اس رسالے میں کہیں بھی اپنے نام سے پردہ نہیں اٹھایا۔ البتہ تونسہ مقدسہ کے کتب خانے کی جس جلد میں یہ رسالہ موجود ہے، اس میں نورسائل اور

بھی ہیں۔ یہ تمام رسالے انھیں کے حسن کتابت کا شاہکار ہیں۔ انھوں نے انتخاب گلشن اسرار میں کچھ ہے کہ:

"وَقَتَىٰ مِمَّنْ عَاقَاهُ حَصْرَتٌ قَبْلَهُ عَالِمٌ مُّذْمُومٌ بِتَقْرِيبِ عَرَسٍ شَرِيفٍ اِیْنَ  
کَمْتَرِیْنَ غِلَاصَانِ، یعنی کتاب حروف خدا بخش جو ہاں عمر اللہ نہ  
انحصیان حاضر الخلدت بود"۔ (۱۹)

اس مجلد کے بقیہ رسائل کی تفصیل کچھ یوں ہے:

شرح آمت ہالہ (۲۰)

فوائد السالکین (۲۱)

نودونو اسمای بابا صاحب (۲۲)

راحت القلوب (۲۳)

مکتوبات شاہ کلیم اللہ جہان آبادی (۲۴)

محر الحسن (۲۵)

حلاصۃ الفوائد (۲۶)

منتخب المواقف (۲۷)

انتخاب گلشن اسرار (۲۸)

حیدر الادکار کے پیش نظر نسخے میں ہر صفحے پر تینتیس سطریں ہیں۔ ہر سطر تقریباً اٹھارہ لفظوں سے مزین ہے۔ کاتب نے ترک کا انتظام تو کہیں نہیں کیا، البتہ ہر صفحے پر رکاب کا التزام ملتا ہے۔ بعد ازاں کسی قاری یا رسالے کے مالک نے نسخے پر صفحات نمبر بھی لگائے ہیں اور یوں صفحات کی کل تعداد تینتیس ہے۔ کاتب نے یہ رسالہ بارہ دنوں میں نقل کیا ہے، کیونکہ اس مجلد میں اس رسالے سے قبل حلاصۃ الفوائد کا نسخہ موجود ہے، جس کی تاریخ تکمیل ۹۔ شوال ۱۲۸۸ھ ہے۔

حیدر الادکار کا خط صاف اور خوانا ہے۔ تاہم عکس در عکس کے عمل سے گزرنے کے بعد اس نسخے میں کہیں کہیں لفظوں کی چمک دمک ماند پڑ گئی۔ محدب عد سے کی یادری ایسے مقامات پر

لفظوں کی مانند پڑتی روشنی کو اُجالے میں معاون ہے۔

مولوی خُدا بخش چوہان، خواجہ پیر پٹھان غریب نواز کے دامن گرفتہ تھے۔ وہ بھلائی (تونسہ مقدسہ) کے رہنے والے تھے اور اپنے پیر و مرشد کی ہدایت پر وہیں درس و تدریس کا کام انجام دیتے رہے۔ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ انھوں نے سلسلہ چشتیہ کے ملفوظاتی اور طبقاتی ادب کی کتابوں کی نقل نویسی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا اور پھر اس کار خیر میں ہمہ تن مصروف رہے۔ انھوں نے راحت العاشقین (مولفہ میاں محمد درزی) کا ایک عمدہ انتخاب بھی مرتب کیا، جسے انتخاب مجلس اسرار کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔ مولوی خُدا بخش چوہان عربی، فارسی اور پنجابی (سرائیکی) کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ دبستان تونسہ کی مختلف کتابوں میں ان کی شاعرانہ جمالیات اور تخلیقات کے عمدہ نمونے مل جاتے ہیں۔

۱۳۱۰ھ میں راہی منکب عدم ہوئے۔ ان کی قبر خوبہ گل محمد تونسوی کے مزار کے احاطے

کے باہر ہے۔

ب: خیر الادکار مملوکہ پیر محمد اجمل چشتی، چشتیاں شریف:

چشتی صاحب کے کتب خانے کا یہ گوہر آب دار بردار عزیز و مکرم مرزا شہزاد بیک (استاد شعبہ اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، چشتیاں شریف) کی توجہ اور کرم فرمائی سے میسر آیا۔ یہ نسخہ احمد یار بن محمد امین (قوم گھلو) کا دست نوشتہ ہے۔ اس نسخے میں سنہ کتابت مرقوم نہیں۔ نسخہ چھپن برگ پر مشتمل ہے۔ نسخے کے مالک یا کسی قاری نے سہولت کے لیے اس پر صفحات نمبر لکھ دیے ہیں۔ اب یہ نسخہ ایک سو بارہ صفحات کو محیط ہے۔ ہر صفحے پر چودہ سطریں ہیں اور ہر سطر میں تقریباً چودہ، پندرہ الفاظ ہیں۔ نسخہ رکاب کے حسن التزام سے مزین ہے۔ آخری آٹھ صفحات میں سے کچھ حصے شاید پھٹ گئے یا دیک زدہ ہیں، کیونکہ ان صفحات کی تین تین سطروں میں سے کچھ الفاظ مکمل طور پر گم ہو گئے۔ اسی طرح دس پندرہ صفحات میں بعض مقامات پر نسخہ یا تو آب دیدہ ہے، یا پھر کسی دوسری افتاد کا شکار رہا ہے، جس کی وجہ سے سطور کے آخری حصوں کے الفاظ کی روشنی یا تو بجھ گئی، یا بالکل مدھم پڑ گئی۔ البتہ مخطوطے کے موجودہ مالک یا کسی دوسرے عقیدت کیش نے کسی

مکمل نسخے کی مدد سے ان صفحات کو مکمل کیا ہے۔ یہ تصحیحات دوسرے نسخوں کے مطابق ہیں۔ ویسے تو یہ نسخہ مکمل ہے لیکن اس نسخے کی مدد سے منشاء منصف کے مطابق متن کی تدوین ممکن نہیں کیونکہ آخری آٹھ دس صفحات کے کرم خوردہ مقامات و قیاسی تصحیح سے پر نہیں کیا جاسکتا۔ ایسے مقامات پر جہاں بعض اشخاص اور مقامات کے اسماء آتے ہیں، اگر دوسرے نسخے نہ ہوں، تو محض حسن ذوق کی سوزن کاری ان مقامات کی شیرازہ بند نہیں ہوسکتی۔ نسخہ خط شستہ میں ہے، اور کاتب کی پختہ نویسی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ صاف اور خوانا ہونے کی وجہ سے نسخے کی خواندگی میں کہیں دقت نہیں ہوتی۔

حق: خیر الادکار مخزونہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

اس نسخے کا عکس برادر گرامی ڈاکٹر معین نظامی (سابق صدر شعبہ فارسی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور) کی کرم فرمائی سے دست یاب ہوا۔

حسرا لادکار کا یہ نسخہ ۱۲۹۲ھ کا مکتوبہ ہے۔ کاتب کا نام معلوم نہیں۔ کسی زمانے میں یہ نسخہ مولوی گل محمد دیو کا مسموکہ رہا ہے۔ مولوی گل محمد دیو کون تھے؟ سلسلہ چشتیہ کے موجود اور معلوم آثار سے اس شخصیت کی تعیین اور شناخت نہیں ہوسکتی۔ قبلہ عالم کے چغتائین معرفت میں کئی شخصیات گل محمد کے نام سے معروف اور مقبول رہیں اور الحمد للہ آج بھی ہیں۔ کاتب نے مولوی صاحب کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ ان القابات کا تذکرہ بھی کیا، اولاً مساف دو محمد و اسو اب مولوی صاحب مولوی گل محمد حبیب سلمہ رہ۔ لیکن محض ان القابات کی روشنی میں کسی ایک گل محمد تک رسائی ممکن نہیں۔

حسرا لادکار کا یہ نسخہ چھتر صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحے پر بیس سطریں ہیں اور ہر سطر تقریباً پندرہ الفاظ کو محیط ہے۔ نسخہ مکمل ہے، سوائے ان مقامات کے جو بوسیدگی کے باعث مردور یا دم کی نذر ہوئے، یا کرم کتبی کا رزق بن گئے۔ دیمک کی دست برد سے اس نسخے کا کوئی صفحہ بھی محفوظ نہیں۔ دس بارہ مقامات پر صفحات بوسیدہ ہو کر پھٹ گئے اور عبارت گم ہو گئی۔ یہ مقامات ناخوانا ہیں۔ اگر باقی نسخے موجود نہ ہوں، تو محض اس نسخے کی مدد سے مکمل متن کی تہذیب اور

بازیافت ممکن نہیں۔

کاتب کا خط اچھا نہیں، البتہ صاف ہے، جس کے باعث پڑھنے میں دقت نہیں ہوتی۔

وحید الادکار (نامکمل عکسی نسخہ) مملوکہ مولوی محمد رمضان معینی، تونسہ مقدسہ

وحید الادکار کا یہ نسخہ خواجہ محمد شریف مباروی کے قلم اور ایسا پر فضل بن میاں صدیق وتر نے لکھا۔ نسخے کی کتابت ۱۲ شعبان ۱۳۰۷ھ کو مکمل ہوئی۔ کاتب اسلام پور (ذیرہ خاڑی خان) کا متوطن تھا۔ نسخہ صاف اور عمدہ ہے۔ اگر یہ نسخہ مکمل ہوتا، تو معلوم نسخوں میں اپنے حسن کتابت کے باعث سب سے زیادہ اہم اور قیمتی ہوتا۔

پیش نظر نسخے کا آغاز سلام بر صمدہ رقعہ چہارم..... سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد یہ نسخہ آخر تک مکمل ہے۔ اس کے ابتدائی صفحات کیا ہوئے؟ کچھ معلوم نہیں۔ موجودہ نسخے کے حاشیے بھی کہیں نہیں سے پھٹے ہوئے ہیں۔ اس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس نسخے کے ابتدائی صفحات بھی کہیں پھٹ کر ضائع ہو گئے۔ البتہ یہ نسخہ کرم کتابی کی دست برد سے مکمل طور پر محفوظ رہا ہے۔ نسخے کے پچھتر صفحات ہیں۔ ہر صفحے پر تیرہ سطریں ہیں اور ہر سطر تقریباً تیرہ لفظوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

[۱۰]

وحید الادکار کے ان چار نسخوں میں کہیں بھی کوئی ایسا تفاوت نظر نہ آتا ہے، جو معنوی اعتبار سے متن کو متاثر کر رہا ہو۔ نسخہ اور نسخہ میں بہت ہی کم مقامات پر لفظی اختلاف ہے اور جہاں کہیں اختلاف در آیا بھی ہے، تو وہ محض اغماظ کے چھوٹ جانے یا سہو کاتب کی وجہ سے ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ مختلف اوقات میں یہ دونوں نسخے کسی ایک ہی نسخے سے نقل ہوئے ہیں، کیونکہ ان میں جملوں کی ساخت، لفظوں کے فنی دروست اور شخصیات کے اسماء اور القابات میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں۔ نسخہ و نسخہ ان دونوں سے زیادہ مختلف نہیں۔ البتہ نسخہ اغماظ اور یہ تینوں نسخے لفظی اور افعالی اعتبار سے خاصے مختلف ہیں۔ اختلاف کی جتنی بھی صورتیں تقابلی مطالعے کے باعث سامنے آئی ہیں، وہ لفظی اور افعالی اختلافات پر مبنی ہیں اور کاتبوں کا تصرف معلوم ہوتی ہیں۔ ورنہ



پیش نظر تمام نئے معنوی اعتبار سے ہر قسم کے اختلافات سے محفوظ ہیں۔ ان میں کوئی ایک جملہ بھی حیران دہن کے معنوی نظام پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

[۱۱]

خلاصۃ المعوائد کے مرتب قاضی محمد عمر حکیم کو خواجہ نارودوالہ کا مرید بتایا جاتا ہے۔ حالانکہ جہاں بھی یہ مذکور ہوا ہے، وہاں کوئی دلیل یا شہادت نہیں دی گئی۔ اول اول مسافرت المسحورین اور گلشن ابرار میں یہ غلطی در آئی اور بعد ازاں تاریخ مشائخ جنت تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ راقم نے اپنے ایک مضمون بعنوان 'خلاصۃ المعوائد' سلسلہ 'جنتیہ کابیک اہم مجموعہ' ملفوظات (۲۹) میں انھیں قبلہ عالم کا دامن گرفتہ کہا ہے۔ اس وقت میرے سامنے بھی کوئی واضح دلیل موجود نہیں تھی، لیکن خلاصۃ المعوائد کے کئی وجدانی اشارے ضرور پیش نظر تھے، جن کی بنیاد پر میں نے ان کی بیعت کا انتساب خواجہ نارودوالہ کے بجائے قبلہ عالم کی طرف کیا۔ الحمد للہ اب حیران دہن کے مطالعے کے دوران میں یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ راقم کا خیال درست تھا۔ خواجہ نارودوالہ اپنی وفات سے چند روز قبل بیت پور میں قاضی محمد عمر حکیم کے زیر علاج تھے۔ مولوی محمد گھلوی رقمطراز ہیں کہ:

"روزی کہ قاضی موصوف حضرت قبلہ من مدس سرہ راضعہ

تمام دید، چشم تر کردہ عرض نمود کہ: او تعالیٰ بکرم خویش آن

دات را شعای کلی عطا فرماید۔" (۳۰)

مولوی محمد گھلوی نے 'قبیلہ من' کہہ کر اس افق پر پڑی دھند کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ اگر قاضی صاحب خواجہ نارودوالہ کے دائرہ ارادت میں سفتہ ہوتے، تو مولوی گھلوی اپنے شیخ کو 'قبیلہ من' کہہ کر ان کا تذکرہ نہ کرتے، جبکہ مخاطبین میں قاضی صاحب بھی شریک تھے۔ لازم تھا کہ خواجہ صاحب کا ذکر 'قبیلہ من' کہہ کر کیا جاتا۔ ویسے احسن صورت تو 'شیخ خود' کی ترکیب سے صورت پذیر ہوتی۔

مولوی محمد کا اس مقام اور محل پر قبیلہ من، کہنا دراصل اس بات کا ثبوت ہے کہ قاضی محمد عمر

حکیم، قبلہ عالم کے مرید تھے۔ [ازرق مجلہ دارالرقم، ذیل کالج، راولا کوٹ ۲۰۱۰ء، خبر لا ذکر فی مناقب  
الابرار، مولوی محمد گھلوی: قلم کار بیشک، واو کینٹ: ۲۰۱۰ء]

### حوالے اور حواشی:

(۱) الف۔ ”امام سعد میگویند [بندہ] عاصی خاکپای درویشان و گردِ راہِ دس ریشان  
را حسنی [الی] رحمة الله الصمد محمد ابنی علام محمد کہ بکی ر علامان حلقہ  
سگ ش سواجہ صاحب ہادی فرقہ ضلاب شمس العارفین قطب السنکین [علامہ]  
رحمة الله علیہم محو انوار و احادیث مستعرا [بی] بحار احادیث محبوب ربانی مصہر  
اسرارِ برداسی حضرت فضلہ سواجہ نور محمد ثانی اسب رحمی اللہ تعالیٰ  
عسہ [ارصاہ] وجعل الجنة منواه۔ [خبر لا ذکر (قلمی نسخہ) مولوی محمد گھلوی کاتب مولوی  
خدا بخش چوہان ۱۲۸۸ھ برگ الف] مولوی محمد گھلوی نے شرح بحمة الصالح میں اپنا  
تعارف یوں کرایا ہے: ”امام سعد می گویند احقر عبادانہ العلام انصمد علی محمد ابن  
علام محمد عمرانہ لہ و نوالدیہ واحسن انتہاوالہ۔“ [مطبوعہ ممبئی، لاہور ۱۸۸۴ء، ص ۲]  
ب۔ ”ہنگامی کہ بندہ را بعد از فراغ تحصیل علم شرف بیعت خویش سرور  
[و مختار] فرمودند۔ در آخر تلقین جس فرمودند کہ اگر کسی از شما مسئلہ  
شرعی پیر سد، از کتاب دیدہ بگویند۔ از پیر این لفظ مبارک ہر جا کہ می باشد از  
سفر و حضر مردم از من مسائل شرعی می پرسند و من می کہم۔“ [خبر لا ذکر (قلمی  
نسخہ): مولوی محمد گھلوی کاتب مولوی خدا بخش چوہان ۱۲۸۸ھ برگ خب]

(۲) ”در بامی کہ بندہ ذی قرۃ یارے واسی بردیٹ ملکان نور و س گدیری دشت۔  
اکثر بخدمت حافظ صاحب می رفتہ و فوئد یسان می گرفتہ۔ ایشہ ہر راہ  
کرم و بندہ سواری برد فقیر می آمدہ و بندہ اتفاق افتادہ شد کہ بندہ بخدمت  
ایشان رفتہ باشد و ایشان بمکان بندہ تشریف آوری فرمودہ باشند۔ ازین معنی  
کہ دانت شریف ایشان حرج آمدن می کرد۔ بسیار شک دل می شد و پیش ایشان  
عرض می کردم کہ بندہ جہت حصول سعادت خود ریاضت سانی می آید، شما

چرا ایس حیرت می فرماید؟ گاهی در جواب بده سکوت می کردند و گاهی می فرمودند کہ دل ما ہم دیدن شمارا می خواهد۔ مامت سے سال میں مداء [رفط طرغیس بیت دیگر موانی بود کہ یہ تقدیر اسی در احد کو جیدہ در گھلوان امدہ مقسم گشت و دولت سعادت زیارت و پای بوسی ایشان گھی گھی میسر می شد۔] اخیراً لادکار (قلی نسخہ) مولوی محمد گھلوی کاتب مولوی خدابخش چوہان ۱۲۸۸ھ برگ ۵ الفوب |

(۳) حیرت نقصانی از تعالی صورت و صفت حافظ صاحب بوفہ ح مد و سذہ بریارت مرار فیصل انار مشرف شد۔ [حیراً لادکار (قلی نسخہ) مولوی محمد گھلوی کاتب مولوی خدابخش چوہان ۱۲۸۸ھ برگ ۵ الفوب |]

(۴) جلد پنجم: دلی، ادارۃ کتبیات، ۱۹۸۳ء، ص ۲۷۷

(۵) مولوی محمد گھلوی کے نام خواجہ نارووالہ کے چار رقعات اس مجموعے میں شامل ہیں۔ اگرچہ ان کے نام کافی خط لکھے گئے، مگر وہ ان کے پاس محفوظ نہیں رہے۔ جیسا کہ انھوں نے خود لکھا ہے کہ۔

”رقعہ های آن حضرت زیادہ ازین بود، اما بعضی از میں گم شدہ،

بجہ موجود است، در نگارش می آید۔“ [حیراً لادکار (قلی نسخہ) مولوی محمد گھلوی

کاتب مولوی خدابخش چوہان ۱۲۸۸ھ برگ ۶ الفوب |]

(۶) شرح سکندر نامہ، دو جلدوں میں مطبع مفید عام، لاہور سے ۱۹۱۴ء سے شائع ہوئی۔ جلد اول

کے صفحات ۳۸۰ ہیں، جبکہ جلد دوم ۳۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۷) شرح یوسف زلیخا شرح محمدیہ کے عنوان سے اللہ بخش جلال الدین (لاہور) کے

اہتمام سے ۱۹۱۱ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۷۵۷ ہے۔

(۸) بوستان سعدی کی شرح مطبع محمدی، لاہور سے ۱۸۷۷ء کو چھپی۔ اس کے صفحات کی تعداد

۳۶۴ ہے۔

(۹) شرح مصلح لاوار کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ خدابخش، اسلام آباد میں بھی محفوظ ہے۔

(۱۰) یہ مولانا یوسف، مرید خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کی فقہی کتاب کی شرح ہے۔ مطبع گلزار محمدی

لاہور سے ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء میں اشاعت پذیر ہوئی۔ شرح کا عنوان ہدیۃ السراپہ فی حلی

تحفة الصابغ ہے۔ صفحات ۲۸۶ ہیں۔

- (۱۱) شرح نام حق مجتہائی پریس، لاہور سے ۱۹۰۰ء میں شائع ہوئی۔  
 (۱۲) یہ شرح گلزار محمدی پریس، لاہور سے ۱۸۹۴ء کو شائع ہوئی۔ اس کے صفحات ۱۴۷ ہیں۔  
 (۱۳) شرح سحۃ الاسرار کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ گنج بخش میں محفوظ ہے۔ [حاشیہ نمبر ۱۳۶] کی معلومات ڈاکٹر ظہور الدین احمد کی کتاب پاکستان میں فارسی ادب (جلد پنجم) سے ماخوذ ہیں۔  
 ۱۹۹۰ء، ص ۲۵۹ تا ۲۶۵]

(۱۴) مولوی خُدابخش چوہان نے اپنے مکتوبہ نسخے کے آخر میں مولوی محمد گھلوی کی یہ چار منظومات نقل کی ہیں۔ راقم نے ایک تو ان کی ترتیب بدل دی ہے اور دوسرا یہ کہ ایک غزل کونعت کے عنوان سے موسوم کیا ہے۔ ان منظومات کے کل اشعار ۴۰ ہیں۔ پہلی غزل [باد بباد آنکہ] [عروضی آہنگ کی صوتیات کا ساتھ نہیں دے رہی۔

(۱۵) اولیائے بہاول پور کے مؤلف نے مولوی محمد گھلوی کے مدفن کے بارے میں جو معلومات فراہم کی ہیں، وہ درست نہیں۔ [رک اولیائے بہاول پور مسعود حسن شہاب بہاول پور، اردو کینڈی ۱۹۸۹ء، ص ۱۲۴]

(۱۶) رانا غلام حسین جام پور (راجن پور) کے گورنمنٹ کالج میں اردو کے لیکچرار اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد میں پی ایچ ڈی (اردو) کے اسکالر ہیں۔  
 (۱۷) مکتوب نام راقم الحروف: ۲۴۔ اپریل ۲۰۱۰ء

(۱۸) خیر الادکار (قلمی نسخہ) مولوی محمد گھلوی کا تب مولوی خُدابخش چوہان: ۱۲۸۸ھ برگ ۹ 'ب'۔  
 (۱۹) انتخاب گلشن اسرار کا نسخہ منتخب المساق کے حاشیے پر لکھا گیا ہے۔ صفحہ ۸۸ پر یہ عبارت موجود ہے۔ اس عبارت سے بیک وقت دو امور پایہ تحقیق کو پہنچ رہے ہیں۔

(الف) یہ کہ ان کتابوں کے کاتب مولوی خُدابخش چوہان ہیں۔

(ب) یہ کہ انتخاب گلشن اسرار کے مرتب مولوی خُدابخش چوہان ہیں۔

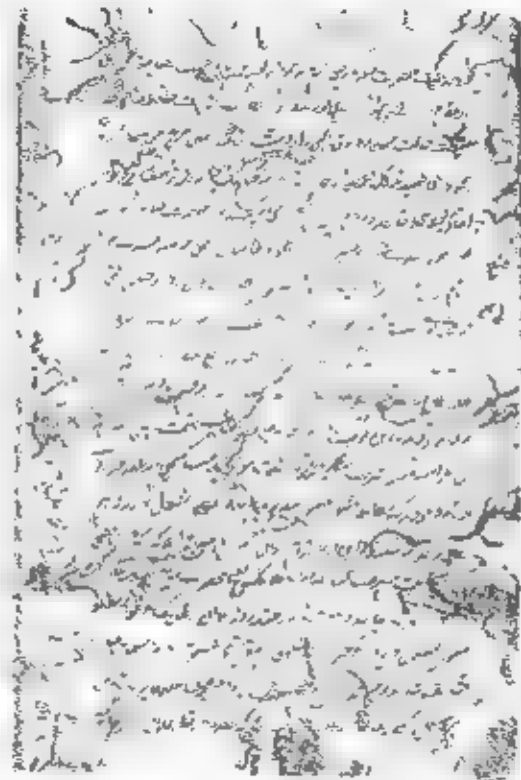
اس انتخاب کا ایک اردو ترجمہ بھی گلشن اسرار کے عنوان سے چھپا ہے، جس میں مرتب کے نام کی صراحت نہیں کی گئی۔ مترجم نے اسے مولوی میاں محمد درزی کے نام سے موسوم کیا ہے، جو درست نہیں۔ اس کے ترجمہ نگار مولوی اللہ بخش رضا ہیں۔

- (۲۰) شرح آمنت باللہ قطب الحق والدین بختیار کاکی سے منسوب رسالہ ہے۔
- (۲۱) فوائد السالکین بابا قطب الدین بختیار کاکی کے ملفوظات گرامی کا مجموعہ ہے۔ یہ مجموعہ چھپ چکا ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی موجود ہے۔
- (۲۲) سودو سو اسماء بابا صاحب دوروق پر مشتمل ایک رسالہ ہے، جس میں بابا صاحب کے ننانوے نام لکھے گئے ہیں۔ اس کے مرتب کون ہیں؟ یہ تو معلوم نہیں۔ البتہ یہ رسالہ نہایت شاندار ہے۔ لگتا ہے کہ سلسلہ چشتیہ میں اس رسالے کی حیثیت ایک تبرک اور دو قیفی کی سی رہی ہے۔
- (۲۳) احسن القلوب بابا فرید الحق والدین کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ سرم سرید کے عنوان سے ماداحدی نے اس کا اردو ترجمہ کیا۔ بعدہ یہ ترجمہ عابد نظامی صاحب کے پیش لفظ کے ساتھ راحت القلوب کے نام سے ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور سے بھی اشاعت پذیر ہوا۔ راحت القلوب (فارسی) کے پچاسوں قلمی نسخے مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔
- (۲۴) مکتوبات شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی، مکتوبات کلیمی کے عنوان سے ۱۳۰۱ھ میں یوپی پریس، دہلی سے شائع ہوئے۔ اس مجموعے میں ایک سو اکتیس خط شامل ہیں، جن میں سے زیادہ تر خطوط حضرت نظام الدین اورنگ آبادی کو لکھے گئے۔ تربیت، مجاہدہ، عرفان اور یقین اس مجموعے کے بنیادی موضوعات ہیں۔ چشتیہ ادب میں یہ مجموعہ اپنے فکری اور معنوی مندرجات کے اعتبار سے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔
- (۲۵) فخر جہاں خواجہ فخر الدین محمد دہلوی نے شاہ ولی اللہ کے ایک اعتراض کے جواب میں معسر الحسن کے نام سے ایک کتاب تحریر فرمائی، جس میں مستند حوالوں سے ثابت کیا کہ خواجہ حسن بھری نے مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے براہ راست استفادہ کیا۔ بعد ازاں مولانا حسن الزماں حیدر آبادی نے القول المستحسن فی معسر الحسن کے عنوان سے اس کی شرح لکھی۔
- (۲۶) محلاصۃ العوائد قبذۃ الم خواجہ نور محمد مہاروی کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ اس کے مرتب قاضی محمد عمر حکیم سیٹ پوری ہیں۔
- (۲۷) مسافقہ شریف (ملفوظات خواجہ میر پٹھان غریب نواز) حافظ احمد یار پاک پتی کا مرتبہ مجموعہ

ملفوظات ہے۔ خواجہ اللہ بخش تونسوی کے حکم اور ایمار مولوی یار محمد ساکن بنڈی نے مستحب  
المصنف کے عنوان سے اس کی تلخیص کی۔ انتخاب مساقب سلیمانہ کے عنوان سے یہ مجموعہ  
پہلی بار ۱۳۲۵ھ میں حیدرآباد میں شائع ہوا۔ مولوی اللہ بخش رضائی نے اس کا اردو  
ترجمہ کیا۔ اس مجموعے کے کئی قلمی نسخے چشتیہ سلسلے کی خانقاہوں کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

(۲۸) راحت العاشقین: گلشن اسرار کے عنوان سے بھی معروف ہے اور احیاء الادکار ہی  
احوال مختار لا حیار بھی اسی کا نام ہے۔ مولوی چوہان نے اس کتاب کا ایک انتخاب کیا ہے،  
مگر اسے کسی نام سے موسوم نہیں کیا اور یوں عرف عام میں اسے گلشن اسرار کہہ دیا جاتا ہے،  
جس سے غلطی در آنے کا اندیشہ ہے۔ لازم ہے کہ اس انتخاب کو انتخاب گلشن اسرار کہا  
جائے، تا کہ وہ مجموعہ گلشن اسرار، راحت العاشقین، انوار الادکار سے علیحدہ حیثیت  
میں شناخت کیا جاسکے۔

(۲۹) دریاوت مجلہ شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، شمارہ ۹: ۲۰۱۰ء، صفحہ ۲۰ تا ۲۵  
(۳۰) خیر الادکار ہی مساقب الاسرار (قلمی نسخہ): مولوی محمد گھلوی: کاتب مولوی خدابخش چوہان  
۱۲۸۸ھ: برگ ۸ الف





[illegible]



انقلب میکرد که قلب یک آنحضرت قبله رضی الله تعالی عنه بعد از  
 وفاتش تا آنکه غسل نداده بودند ذکر الله الله الله بود که محمد بخش  
 نبرد یکشنبه این روز شنبه و دیگران خبر نبود که دو نوبت فرار  
 آنحضرت سکنان در جریع و فرج و اندوه بودند چون نزدیک شاه پور  
 بر شاره قطب غسل دادند آن ذکر قلبی بشنید و این معنی مراعات  
 امر شیرین مظهر بود که بدان آدمی بمرکز حکم نایاکی افتد پس آن  
 حضرت قبله ز راه دل ذکر بودند که مثل اندر کشتن ای و مثل الغافل کشتن  
 آنحضرت قبله را عجب شغولی بود که بیگاه غفلت بر ایشان راه  
 نیافت حجتی نه و تعالی از فیض بهره بخوانان رساند که بیاد حق  
 نشاغل بشوند الحمد لله تعالی حمداً کثیراً و الصلوة علی نبیه و آله

شمت از سادات مبارک است مستات بخیر الاذکار بنظر دور و کار حسب حکم حضرت  
 خواجہ محمد شریف به روی دامن بر کانه بید فقیر حقیر از حق العباد غلام تراب الاقدام علی  
 پر مدام فیض است بهت صوبی او در سبک اسامی نور ضلع و بره عاز بخان بوقت  
 نماز ظهر بیوم یکشنبه یازدهم ما شغبات المعطر است به بحسب

## علامہ اقبال کی تین نادر اور غیر مدون آراء:

### تعارف اور بازیافت

[۱]

شمس الاطباء حکیم غلام جیلانی (۱۸۷۳ء-۱۹۲۶ء) اپنے وقت کے نہایت ہی معتبر اور معروف طبیب تھے۔ بقول پروفیسر محمد اسلم "۱۸۹۵ء میں برطانوی حکومت نے انھیں ایران میں پرنس ایجنٹ مقرر کیا"۔ (۱)

وہ حسام الدولہ شہت الملک والی سیدتان کے مشیر طبی بھی رہے۔ یہ سلسلہ ملازمت ۱۹۰۶ء تک رہا۔ اُس کے بعد وہ لاہور آ گئے اور مطب کرنے لگے۔ وہ طبیبہ کائن، دہلی کے مختلف درجوں کے امتحانات کے محقق، ٹیکسٹ بک کمیٹی کے ممبر اور انجمن طبیبان پنجاب، لاہور کے صدر بھی تھے۔ پروفیسر محمد اسلم رقمطراز ہیں کہ: "اُن کی خدمات جلیلہ کے اعتراف میں حکومت نے انھیں 'خان صاحب' کا خطاب عطا کیا اور طباً نے انھیں شمس الاطباء کہنا شروع کیا"۔ (۲)

انھوں نے اپنی منصبی مصروفیات کے ساتھ ساتھ علم طب اور علم ادب پر اعلیٰ درجے کی کتابیں بھی تصنیف کیں، جن میں سے چند ایک نمایاں کتابوں کے نام یہ ہیں (۱) محزون الادویہ (دو جلدیں) (۲) تاریخ الاطباء (۳) علاج المفردات (۴) طب یونانی (۵) محزون الحکمت

[۲]

محزون الحکمت کا تیسرا ایڈیشن (مطبوعہ در ۱۹۱۶ء) پیش نظر ہے۔ ۱۵۷۲ صفحات پر مشتمل اس کتاب پر علامہ اقبال نے ایک مختصر تقریظ تحریر فرمائی۔ اس تقریظ کے علاوہ محزون الحکمت پر ڈاکٹر ضیاء الدین احمد، حکیم محمد اجمل خاں، حکیم رضی الدین احمد خاں، حکیم محمد عبدالعزیز اور حکیم غلام مصطفیٰ کی تقاریر بھی شامل ہیں۔ اسی کتاب کے آخر میں (صفحہ ۱۵۶۱ تا ۱۵۶۶) حکیم صاحب کی ایک دوسری تصنیف تاریخ الاطباء کے بارے میں علامہ اقبال سمیت حسب ذیل نامور

علماء اور حکماء کے تاثرات شامل ہیں۔ مولانا محمد حسین آزاد، مولانا ظفر علی خاں، میر احمد شاد رضوانی، مفتی انوار الحق، خواجہ دل محمد دل اور ڈاکٹر ضیاء الدین احمد وغیرہم۔

محرم الحکمہ پہلی بار ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی۔ اس ایڈیشن میں علامہ اقبال کی تقریظ کی شمولیت خارج از مطلق ہے، کیونکہ وہ اس زمانے میں یورپ میں مقیم تھے۔ غالب گمان یہ ہے کہ علامہ موصوف نے یہ تقریظ دوسرے ایڈیشن (مطبوعہ ۱۹۱۰ء) کے لیے تحریر فرمائی ہوگی، کیونکہ اس زمانے میں وہ گورنمنٹ کالج، لاہور میں استاد فلسفہ تھے۔ انران کی یہ تقریظ پہلی بار تیسرے ایڈیشن میں شامل ہوئی ہوئی، تو تقریظ پر علامہ کے نام اور تحصیلات کے ارقام کے بعد پروفیسر آف فلاسفی گورنمنٹ کالج، لاہور کے ساتھ 'سابق' کا لفظ ضرور لکھا جاتا۔ چونکہ ہمارے سامنے کتاب مذکورہ کے پہلے دونوں ایڈیشن نہیں ہیں، اس لیے وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ ان کی یہ تحریر، پہلی بار کس ایڈیشن میں شائع ہوئی؟ تیسرے ایڈیشن میں بھی اس تقریظ کے پہلی یا دوسری بار چھپنے کی صراحت موجود نہیں۔ ہاں اگر اس بات ہی کو صحیح مان لیا جائے کہ پہلی بار یہ تقریظ ۱۹۱۶ء کے ایڈیشن میں شائع ہوئی، تو بھی اس کو شاعت پذیر ہونے، پچھونے سال کا طویل عرصہ نزر چکا ہے۔ چونکہ محرم الحکمہ پر علامہ اقبال کی تقریظ اور تاریخ الاضواء پر ان کا تبصرہ علمائے اقبالیات کی نظروں سے ہنوز پوشیدہ ہیں، اس لیے امید ہے کہ ان کی بازیافت دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔

### [۳]

ذیل میں محرم الحکمہ اور تاریخ الاضواء پر علامہ اقبال کی تقریظ اور تبصرہ ملاحظہ ہوں:

”تقریظ از جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے، بی ایچ ڈی ویر سٹریٹ لا، فیلو پنجاب یونیورسٹی، پروفیسر آف فلاسفی، گورنمنٹ کالج، لاہور

محرم الحکمہ مصنفہ جناب شمس الاطباء کو میں نے نہایت شوق سے پڑھا ہے۔ خصوصاً اس کے ایسے تمام مقدمات کو، جن میں طب قدیم و جدید کے مسائل اختلافی یا اتفاقی پر تنقیدی بحث کی گئی ہے۔ میں وثوق سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ کتاب محرم الحکمہ حکمت یا گہر کا حکیم و داکٹر روزبان کے طبع لٹریچر میں ایک نہایت ہی مفید اضافہ ہے اور مصنف کے لیے باعث امتیاز ہے۔ میری رائے میں یہ کتاب عوام الناس

کے لیے نہایت کارآمد ہے اور خصوصاً یونانی طب کے جانتے والوں کے لیے کہ جنہیں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ وہ جدید طبی ترقیات کو معلوم کرتے رہیں۔ میں قابل مصنف کو ایک ایسی مفید و خاص و عام کتاب کی تصنیف و اشاعت کے لیے مبارک باد دیتا ہوں اور میری یہ عین خوشی ہے کہ معسر حکمت کی ہندوستان میں کثرت سے اشاعت ہو۔ (۳)

تاریخ الاطباء کے بارے میں، جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے، پی ایچ ڈی، پیرس سٹریٹ لا، فیلو آف دی پنجاب یونیورسٹی فرماتے ہیں:

”تاریخ الاطباء اردو علم و ادب میں ایک نہایت ہی مفید اضافہ ہے۔ جناب شمس الاطباء اپنی تالیفات کو ناظرین کے لیے دلچسپ بنانے میں خاص قابلیت و سلیقہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ معسر حکمت و معسر الادویہ کی تصنیف و تالیف سے ملک میں ان کی بہت شہرت ہو چکی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ان کی یہ جدید تالیف، یعنی تاریخ الاطباء بھی مقبول خاص و عام ہوگی، اس لیے بھی کہ یہ نہایت سلیس اور دلچسپ طریق میں لکھی گئی۔“ (۴)

[۴]

علامہ اقبال کی تیسری نادر رائے محمد الدین فوق کی کتاب ملت اعظم، علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی سے تاریخ سیالکوٹ و مشاہیر سیالکوٹ پر دیا چڑے کی صورت میں اشاعت پذیر ہوئی۔ فوق صاحب علامہ کے عقیدت گزاروں اور ارادت کیشوں کی صف اڈل میں شامل تھے۔ علامہ اقبال ان کی بہت حوصلہ افزائی فرماتے تھے اور ان کے علمی اور ادبی کاموں کو نگاہ استحسان سے دیکھتے تھے۔ مولانا عبد الحکیم کے عنوان سے لکھی گئی علامہ کی رائے ملاحظہ فرمائیں کہ انھوں نے کس طرح عبد الحکیم کے فکر فن پر اپنی گراں قدر رائے کا اظہار فرمایا ہے:

”مولوی عبد الحکیم علیہ الرحمۃ سیالکوٹ کی سرزمین میں پیدا ہوئے، جو شاہان مغلیہ کے زمانے میں اسلامی علوم کی ایک مشہور درس گاہ تھی۔ ان کی عالمگیر شہرت آخر شاہجہان تک پہنچی، جس نے ان کی قدر افزائی میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ دربار دہلی میں بادشاہ کے اشارے

سے بڑے بڑے معرکتہ لارا [معرکہ آرا] مذہبی و فلسفیانہ مباحث ہوا کرتے تھے، جن میں سیالکوٹی فلسفی کی نکتہ آفرینیاں اور موٹھگافیاں وسطیشیا اور ایران کے حکماء کو بوجہ حیرت کیا کرتی تھیں۔ ان کی فلسفیانہ تصانیف میں سیسکوتی عنی التصورات ایک مشہور رسالہ ہے جو کچھ مدت ہوئی، مصر میں شائع ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ان کی اور بھی کتابیں ہیں، جو اسلامی ممالک میں بہت مقبول اور ہر دھڑ میں ہیں۔ توحید باری تعالیٰ پر بھی ان کا ایک خاص رسالہ جوش بہان کی فرمائش سے لکھا گیا تھا، میری نظر سے گزرا ہے، مگر غالباً آج تک شائع نہیں ہوا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ان کے خیالات کا بیشتر حصہ اب تقویم پارینہ ہے، لیکن اسلامی فلسفے کا مؤرخ اس کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ سیالکوٹ میں ان کی مسجد اور تالاب اب تک ان کی یادگار ہیں، مگر افسوس ہے کہ ان کا مزار جو تالاب کے قریب ہی واقع ہے، نہایت کس میری کی حالت میں اہل سیالکوٹ کی بے حسی اور مردہ دلی کا گلہ گزار ہے۔ فشی محمد الدین صاحب فوق نے جن کی تاریخی نگر یہ مشہور ہے، مولانا مرحوم کے حالات زندگی لکھ کر ملک اور قوم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ ان کی یہ تصنیف نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھی جائے گی۔ اس رسالے میں ضمناً سیالکوٹ شہر کے تاریخی حالات بھی ہیں، جو نہایت تجسس اور تلاش سے فراہم کیے گئے ہیں۔ اہل سیالکوٹ کو ان حالات سے بالخصوص دلچسپی ہوگی۔ ۳۔ دسمبر ۱۹۲۳ء (۵) [روزنامہ نوائے وقت، اسلام آباد: ۲۳۔ اپریل ۱۹۹۷ء]

حوالے:

- (۱) حفتگانِ حایہ لاہور: ادارہ تحقیقات پاکستان دانش گاہ پنجاب، لاہور: بار اول ۱۹۹۳ء، ص ۱۶۹
- (۲) محولہ بالا، ص ۱۶۹-۱۷۰
- (۳) طبیبی کتب خانہ، گمنی بازار، لاہور: بار سوم ۱۹۱۶ء، ص ۱۸
- (۴) معرود الحکمت: ایضاً، ص ۱۵۶۲
- (۵) مدت العلماء علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی مع تاریخ سیالکوٹ و مشاہیر سیالکوٹ، ظفر برادر س تاجران کتب، لاہور: ۱۹۲۳ء، ۱۳۳۲ھ، ص ۳

## ایک قدیم خطی بیاض کا تعارفی مطالعہ

[۱]

سلطانپور حسن ابدال کے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، جو پچھلی دو تین صدیوں سے علم و ادب کا مرکز چل رہا ہے۔ یہاں کی خانقاہ اور دینی مدرسے (دارالعلوم حمیدیہ) کے کتب خانے میں عربی اور فارسی کے بیسیوں قلمی نسخے محفوظ ہیں، جن میں سے چند ایک اپنی ندرت اور کمیابی کی بنا پر بہت اہمیت اور افادیت کے حامل ہیں۔ ڈاکٹر سفیر اختر نے ایک مضمون کی صورت میں اس کتب خانے کے مخطوطات کا ایک تعارفی جائزہ ترتیب دیا تھا، جو سکر و صر (۱) میں اشاعت پذیر ہوا، لیکن اس مضمون میں پیش نظر بیاض کا ذکر نہیں آیا، یا تو یہ بیاض اُس دور میں کتب خانے کی زینت نہیں تھی، یا پھر ڈاکٹر صاحب موصوف کی نگاہ انتخاب سے محروم رہی۔ کوئی دو دہائی پیشتر یہ بیاض مجھے ایک کے معروف عالم اور محقق چودھری غلام محمد المعروف بہ نذر صابری کے ہاں باصرہ نواز ہولی اور ۱۹۹۲ء میں ان کے اذن اور اجازت سے اس کی عکسی نقل میسر آئی۔

بیاض کی ضخامت تین سو سات صفحات (ایک سو چوبیس برگ) کو محیط ہے۔ اس کا مرتب اور جامع کوئی نہایت ہی عام اور فاضل شخص رہا ہے، جس نے اس بیاض کے اکثر و بیشتر صفحات پر اپنے مطالعاتی افادات بھی رقم کیے ہیں، مگر کہیں پر بھی اس نے اپنا نشان نہیں دیا۔ وہ جہاں بھی اپنے حسنِ مطاہ کی عکس گری کرتا ہے، خاتمے پر اسمعیل لکھ دیتا ہے، لیکن محض اسمعیل سے تو اس تک رسائی ممکن نہیں۔ وہ کون ہے اور کس علاقے کا رہنے والا ہے؟ معلوم نہیں ہو سکا، مگر بیاض میں یہاں وہاں اُس کی حاشیہ آرائی اُس کے صاحب مطالعہ ہونے کی خبر دیتی ہے۔ اس مجموعے کے علمی اور فکری موضوعات اور مندرجات اُس کے ذوق مطالعہ کے منفرد اور متنوع رویوں کے غماز ہیں۔ قرآن و حدیث اور فقہ و تصوف کے ساتھ ساتھ اُسے شعر و ادب، اوراد و وظائف اور نجوم و رمل

سے بھی دلچسپی رہی ہے۔ وہ فنِ کتابت کے رموز سے بھی آگاہ ہے۔ اس کا خط شکستہ ہونے کے باوجود پختہ اور خوب صورت ہے۔ بیاض ظاہری ترین و آرائش اور گل بوٹوں سے تو محروم ہے، مگر حسنِ کتابت نے اس کی جمالیاتی اوجیل کو کم نہیں ہونے دیا۔ بیس پچیس صفحات کو چھوڑ کر بیاض کا بقیہ تمام تر حصہ اس کے حسنِ قلم کا آئینہ دار ہے۔ بیاض کی ترتیب و تہذیب میں جو کاغذ استعمال کیا گیا ہے، وہ حد درجہ مضبوط اور قیمتی ہے۔ بیاض میں عربی اور فارسی کے بیس کے قریب مکمل رسائل بھی موجود ہیں، جبکہ اس بیاض کا بقیہ حصہ بعض نادر اور نایاب کتب و رسائل کے اقتباسات اور ملخصات پر مبنی ہے۔ اقتباسات من و عن نقل کیے گئے ہیں اور خاتے پر بارہ (۱۲) کا عدد لکھ کر مصنف یا پھر کتاب کا نام دیا گیا ہے۔ کسی کتاب یا رسالے کا نام اردو یا تین الفاظ پر مشتمل ہے، تو ایک آدھ بار مکمل نام لکھ کر بقیہ مقامات پر کتاب یا رسالے کے نام کا پہلا جز بطور حوالہ لکھا گیا ہے۔ بیاض میں موجود دو رسالوں کے ترقیے میں کتابوں نے سند تحریر، رسالے کا نام اور اپنے ناموں سے بھی پردہ اٹھایا ہے۔ یہ دونوں نسخے فارسی نظم میں ہیں۔ پہلا رسالہ تصوف کے عنوان سے عبداللہ نامی کاتب نے ۱۲۱۹ھ میں کتابت کیا ہے، جبکہ ۱۲۱۵ھ میں لکھے گئے دوسرے نسخے کا نام نسخة انصاف ہے۔ یہ نسخہ ہارون نام کے کاتب کے حسنِ کتابت کا عکاس ہے۔ یوں اگر مرتب بیاض کو ان کتابوں کا معاصر بھی متصور کیا جائے، تو بیاض کی تحریر و ترتیب کا زمانہ بھی کوئی دو سو سال اوپر کا معلوم ہوتا ہے۔ بظاہر تو ہمارے پاس شاید ایسے دلائل نہ ہوں، جو کہ مرتب کے زمانی تئیں میں معاون ہو سکیں، لیکن بعض ایسے داخلی شواہد ضرور موجود ہیں، جو بیاض کے جامع اور مرتب کا عہد متعین کرنے میں مددگار ہو سکتے ہیں۔ خاص طور پر کاغذ اور سیاہی کی اقسام اور انداز کتابت اور اسلا کے اصول و ضوابط، جو پچھلی دو تین صدیوں میں برصغیر میں رائج رہے ہیں۔

[۲]

قرآن وحدیث کے علاوہ عربی اور فارسی کی جن کتب و رسائل کے اقتباسات اور ملخصات شامل بیاض میں، ان کے نام یہ ہیں:

شرح ریاض الصالحین، جامع القوائیس، کشکول، جامع الرموز، کیمیای

سعادته، احياء العلوم، عوارف المعارف، مفاتيح الجنان، جامع الصفه، تذكرة  
 دوايلاء، مائته الفوائد، فوائد الفوائد، فتوح الاوراد، فتاوى سراجيه، شرح گلستان  
 (نور الله)، شرح شرعته الاسلام، مشوى معوى، شفاء الامراض، حرب اعصم، شرح  
 عبدالحق برمشكوة، شرح هداية الحكمته، مفتاح الحصص الحصص، شرح  
 كنز الدقائق، ذر المختار، نفحات الاس، محيط سرخسى، فتوحات مكيه، مصوص  
 الحكيم، تحفة الفقهاء، شرح حزب البحر، كتاب الادب، كتاب الاوراد، اسرار الفاتحه،  
 كتاب البركه، اسعاف الابرار، مرج البحرين، ذر مكين، رفعات ميري، مكاتيب  
 سر هدى، فقه اكبر، فتاوى ابن حجر، بياض مخدوم محمد صادق، تفسير مدارك،  
 ضواهر الاخبار، هدايه، كشف اللغات، ارشاد الطالبين، معارف الانوار، اصول  
 الصفاء، خلاصته الحقائق، زاد الطالبين، شرح تاج محمود، جامع الفتاوى، معارف  
 الارهار، شرح مشارق الانوار، امداد الفتاح شرح نور الايضاح، فرائض الاسلام، فتح  
 التقدير، شرح مواقف، كرم العمال، فضائل القرآن، فيض التقدير، شرح جامع الصغير،  
 توصيح شرح مختصر مقدمة الصلوة، مشارق الاسوار، شرح طريقه محمدية، تبيان  
 الصواب، شرح وقايه، صحائف المعرفة، عابته المطلوب، مرفقات، لضاف  
 الطوائف، شرح دعاى سريانى، خلاصته الاخبار، رسالة احمد عراني، شرح العقائد،  
 بياض مخدوم محمد هاشم، حيات حيه، بياض هاشمي، تصانيف حاجي  
 ابوالحسن، المكافاة الموزنة، الحائله، تصوف (ميال محمود)، جذب القلوب الى ديار  
 المحبوب، كشف السرر شرح الكبر، شرح صراط المستقيم، خلاصة الفقه، خزانة  
 التروايات، عمدة المريدين، قاموس، عقائد سنه، جواهر الخمس، قول الحميل،  
 مطبوع، تحفة الاحيار، كرم عرفان، جامع المتفرقات، تيسير بشرح الجامع الصغير،  
 شرح المواهب، ادكار امام نووي، تاريخ الحنفاء (سيوطي)، بياض عبد الواحد  
 سيوستانى، تحفة الفرائض، مشوى رحمت الله، فوائد الكنز، تحريم التباك المدحان



(شیخ محمد حیات المدنی) وغیرہ۔

مندرجہ بالا کتابوں کے علاوہ بعض مقامات پر اقتباسات کے بعد بطور حوالہ مصنفین کے نام دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے وہ نام جو تسلسل اور توازن کے ساتھ مذکور ہوئے ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے۔

قاضی محمود، عبدالرحیم، مخدوم عبدالواحد سیوستانی، شیخ عبدالحق، مخدوم محمد ہاشم، مخدوم محمد حامد، مخدوم محمد قائم، ملا سرخسی، ملا مراد، ملا علی قاری، امام غزالی اور مخدوم بہاء الدین قادری وغیرہم۔  
مذکورہ بالا کتابوں میں سے بعض اب ناپید ہیں۔ غنیمت ہے کہ اس بیاض سے ان کے نام اور اقتباسات (اور ملخصات) معدوم ہونے سے بچ گئے۔

[۳]

بیاض میں مندرج مولانا روم کے دو اشعار کو چھوڑ کر فارسی کا بقیہ تمام تر کلام کسی بھی معروف شاعر کے حسن تخیل کا نتیجہ نہیں۔ مثنوی اور رباعی کی ذیل میں جو کلام محفوظ ہے، وہ کسی علاقائی شاعر کی رعنائی خیال کا اثر معلوم ہوتا ہے، مگر وہ تخلیق کار ہے کون؟ بیاض میں مرقومہ کلام میں تو کوئی بھی ایسا داخلی قرینہ موجود نہیں، جو صاحب کلام تک رسائی کو ممکن بنا سکے۔ البتہ ایک مثنوی میں محمود تخلص آیا ہے اور ترتیبی میں شاعر کا نام میاں محمود درج ہے، لیکن فارسی ادبیات کے تذکرے میں میاں محمود کے احوال و آثار کے ضمن میں بالکل خاموش ہیں۔ پھر اس مثنوی اور بیاض میں موجود دیگر فارسی کلام کے مابین اتنا فکری اور فنی بعد ہے کہ بقیہ کلام کو میاں محمود کے کھاتے میں نہیں ڈالا جاسکتا۔ مثنوی مذکور کو چھوڑ کر باقی فارسی کلام میں ایک فکری وحدت اور موضوعاتی یک رنگی موجود ہے۔ فنی اعتبار سے بھی کلام نہایت پختہ اور توانا ہے۔ مثنویوں اور رباعیات کے مندرجات وحدۃ الوجود کے مکاشفاتی اور تجرباتی رنگ میں گندھے ہوئے ہیں۔ فکری و فنی اعتبار سے یکاگرت کے حوالے سے اگر اس سارے کلام کو کسی ایک شاعر سے منسوب کیا جائے، تو کم از کم ایسے داخلی قرینے دستیاب ہو سکتے ہیں، جو اسے کسی ایک ہی شاعر کے حسن خیال کا اثر و آہنگ گرداننے میں مدد و معاون ہوں۔



نبود و آن علم صمیم دارد و هم از چیزی ازین ضعیف خالی نبود و ازین  
 خطوط غاری نباشد هر که این علم و عقیده صوفی را یاد دارد و در مسلم  
 این رساله را تحقیق بداند و از ذلت صوفیان و از بزرگواران و از بزرگان  
 و از الحاد ملحدان و از اباحت بیاضیان و از اباحت بدو بدو بدو بدو بدو  
 صدیقان رسد و الله اعلم بالصواب و صوفیان آن حقیقت را  
 که حقیقت وجود است من حیث هو هو مرتبه لا تقین و ذات است تحت  
 خوانند اما نه بآن معنی که مفهوم سلب تقین و بحقیقت آنجا نایب  
 باشد و نیز این مرتبه را مرتبه احدیت و مرتبه غیب و هویت و  
 مرتبه لا محوت خوانند و هیچ آسانی که و رانی وجود فائده دیگر  
 دهند و دارند و چون آن حقیقت را بعلم مطلق و علم اجمال که  
 یافت خود است و هر خود را بذات خود و یافت خود با جمیع شیوای  
 است الهی و کونی بی امتیاز یکی از دیگری ملاحظه نمایند و حدت  
 گویند و حقیقت محمدی خوانند و تجلی اول و تقیین اول و تنزلی  
 اول یا منه و چون آن حقیقت را بعلم مفصل که یافت خود است با صفا  
 و اسماء الهی و کونی مفصلاً با امتیاز یکی از دیگری ملاحظه نمایند  
 و احدیت گویند و الهییت و حقیقت انسانی خوانند و دانش خود که  
 درین مرتبه است مراکوان را تقیین علمی و اعیان نایب گویند و این  
 همه وجدان و شهود و علم و شعور و او را در مرتبه طریق مشرب است  
 و هم مراتب مذکوره با قدیم پیدا شد و تقدیم و تاخیر یکی بدیگری برتی  
 دارند و چون آن حقیقت متبلسس شد بعالم نورانی او را عالم ارواح  
 خوانند و عالم مذکوت و عالم مثال خوانند و چون آن حقیقت متبلسس شود  
 بعالم جسمانی عالم شهادت گویند و چون آن حقیقت متبلسس شود و  
 بقید بانند به جمیع مراتب مذکوره جسمانی و نورانی و احدیت و وحدت  
 انسان گویند و چون آن حقیقت بعد ازین نقیده در انسان متبلسس گردد  
 و متبلسس شود به جمیع مراتب مذکوره و هم مراتب مذکوره در وی ظاهر  
 آیند با بساط خود و او را کامل خوانند انسان کامل گویند و آن  
 انبساط و اتساع بکمال و اکل مرتبه در صورت محو و صیقل الله علیه و سلم  
 دارند و ختم نبوت برده هم ازین وجه است و دارند و از عبارت سابقه

تحت

حدت

واحدیت

۱۲۹

۱

سابقه معلوم شد حال تقیه بدو وجه نگاهداری است و وجه اطلاق بدو وجه  
تقیه که در وجود است اما چون آن حقیقت مطلقه تقیه منه بخود تقیه شده  
ببین چنانچه در مواردی گرفته تقیه مصر تقیه و سبب تقیه و هم در وجه  
تقیه تقیه عادت گرفته و آن حقیقت مطلقه را و اوصاف آن حقیقت را  
سأ تفرآند و از آن حقیقت بیگانه دار کنند و وجه تقیه بر آن تقیه  
غالب آمد و احکام و لوازم تقیه بر او مستوفی شد اکنون طریق رجوع تقیه  
بمسوی مطلق اینست که وجه اطلاق بر وجه تقیه غالب گفته و همیشه مراقب  
وجه اطلاق باشد و هیچ ملا نظره بر وجه تقیه نکند و هر طریق که  
وجه تقیه را فراموش کند آن طریق را لازم گیرد و فرض را بداند و هر امری  
که وجه تقیه را علیه دهد و در کثرت و دوی آورد آن امر را قطع طریق داند  
و آن و بآن امر مطلق شود یا آن امر دینی است یا دنیایی که اگر آن امر  
از امر دینی است واجب است که آنرا با کلمه ترک کند و اگر از امور دینی  
است پس بیند که اگر آن امر از مفروضات یا از سنن روایت است  
اینان آن ضروری است و اگر از نهائینست آنرا هم ترک باید داد اگر چه آن  
امر از خیرات و حسنات باشد حاصل الامر آنکه کاری که وجه اطلاق را  
باید دهد آن کار فرض را و است از آنکه فرض وی آمنت که وجه مطلق  
را حاضر آورد و اینست که گفته اند خسر الدنیا و الدخره صفت عاشقان  
است تقیه را نگاهداری است و وجه اطلاق فرض آمده ملاحظه بر وجه تقیه  
نکند و اگر خواهند که هر دو وجه را نگاهدارند ممکن نگردد و غلبه وجه اطلاق  
حاصل نیاید از آنکه تقیه بر وجه تقیه عادت گرفته است و تقیه و لوازم آن  
لازم حال او آمده اند مانع بوجه اطلاق آیند و سودی خود کنند و ممکن  
نیست که به نگاهداری است و هر دو وجه بوجه اطلاق رسد و اول وجه تقیه  
را بر طریق فراموش کند و وجه اطلاق را واجب آورد و بعد از غالب کردن  
وجه اطلاق مطلق تقیه شود و مراقب باشد و آن وجه را  
حاصل کند و در آن وقت ممکن است که وجه تقیه بآن طریق حاصل آید که وجه  
اطلاق را واجب نباشد و مانع نیاید چون آن وجه تقیه حاصل شد به وجه اطلاق  
رسید متبادی الطرفین گشت اینها که بخلق آمد بودند بوجه اطلاق آمده  
بودند از صل رسول بالحدی و وجه تقیه هم را دایم بود و دین آفتی

اس بیاض میں قدیم اردو کی تین منظومات بھی شامل ہیں

- (۱) حسام لاہوری کی غزل
- (۲) شیخ رحمت اللہ کی مثنوی
- (۳) کسی نامعلوم شاعر کا ترجیع بند

اول الذکر دونوں منظومات کے تعارف پر مشتمل راقم کے مضامین نہ تحقیق نامہ مجلہ شعبہ اردو گورنمنٹ کالج، لاہور کے پہلے (۲) اور دوسرے (۳) شمارے میں چھپ چکے ہیں، جبکہ تیسرے فن پارے کا تعارف (۳) ارشد محمود ناشر دئے کرایا ہے، جو ماہ نامہ موسمی زبان، کراچی کے شمارہ بہت ستمبر ۱۹۹۷ء میں شائع ہوا۔ حسام لاہوری اور شیخ رحمت اللہ کے نام تو اردو ادب کی تمام اہم تر تاریخوں میں آئے ہیں، لیکن ان کے احوال و آثار پر ہم نامی کے پردے پڑے ہیں۔ اس بیاض کے حوالے سے پہلی بار تحقیق نامہ میں ان کے احوال اور تخلیقی آثار روشناس خلق ہوئے۔

ادریات مجلہ شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد ۲۰۰۳ء

#### حواشی اور حوالے

- (۱) دیکھیے: کتب خانہ حمیدیہ، سلطان پور کے اہم مخطوطات: اکتوبر ۱۹۷۷ء، ص ۲۷-۳۲ اب یہ مقالہ ڈاکٹر سفیر اختر کی کتاب میں بھی شامل ہے۔ رک: انت. راء۔ صدی اور ہری دور کے جملہ کتب خانوں کے اہم عطی نسخے: دارالمعارف، وہ کینٹ ہاراول ۲۰۰۷ء، ص ۵۳-۵۸
- (۲) رک حسام لاہوری۔ سترھویں صدی کا ایک غزل گو ص ۷۷-۸۳
- (۳) مل حظہ ہو، شیخ رحمت اللہ۔ پندرھویں صدی کا ایک شاعر۔ ص ۱۳۳-۱۶۵
- (۴) اردوئے قدیم کا ایک نایاب نمونہ: ص ۵۳-۶۰

بارہ ماہیہ نجم :

ایک تنقیدی جائزہ

[۱]

بارہ ماہیہ: لوک ادب کی ایک اہم صنفِ سخن ہے۔ اس صنفِ اظہار کا فنی اور فکری کیونٹس اپنے مخصوص موضوع اور معنویت کے اعتبار سے انفرادیت کا حامل بھی ہے اور اہمیت کا باعث بھی۔ شمیم احمد کے بقول:

”یہ ایک ایسی نظم ہوتی ہے، جس میں بیوی یا محبوبہ کی زبانی اُن شدید جذبات کا اظہار کرایا جاتا ہے، جن سے وہ اپنے شوہر یا عاشق کے فراق میں دوچار ہے اور اُس عالمِ فراق کو کافی عرصہ گزر چکا ہے۔ چنانچہ وہ نہایت پر اثر انداز میں اپنے شوہر یا عاشق کو یاد کرتی ہے اور سال کے بارہ مہینوں میں اُس کے جذبات و احساسات پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ انہیں دکھاتی ہے۔ موسموں کی شدت و کیفیت اظہارِ جذبات کے لیے پس منظر کے طور پر برتی جاتی ہے۔ سال بھر کے مختلف النوع جذبات کے اظہار کی مناسبت سے اس قسم کی نظم کو بارہ ماہہ کہا جاتا ہے۔“ (۱)

بارہ ماہیہ وہ صنفِ اظہار ہے، جس میں مقامی تہذیب و ثقافت کے رنگ اپنی تمام تر جمالیات کے ساتھ منعکس ہوتے ہیں۔ کہانی کے پس منظر میں ہندوستانی تہذیب کے خط و خال بھی دکھائی دیتے ہیں اور گنگا جمنی تمدن اور معاشرت کی جلوہ آرائی کے رنگ بھی، اس میں مقامی پرندوں کی چکاریں بھی حسنِ سماعت میں رس گھولتی ہیں اور برصغیر پاک و ہند کے موسم بھی اپنی تمام تر کیفیات کے ساتھ طلوع ہوتے ہیں، اس میں دیہاتی اور قصبائی رنگوں کی تاب ناک کی کے عکس بھی ملتے ہیں اور ان کی

خوشبو بھی اپنے ہونے کا احساس دلاتی ہے، کیونکہ بارہ ماہیوں میں بقول ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی:

”فراق زدہ عورت (بڑبی) عموماً دیہات کی ہوتی ہے، اس لیے اس کی زبان میں دیہاتی الفاظ عام طور سے پائے جاتے ہیں یا ان کی آمیزش زیادہ سے زیادہ ہوتی ہے۔ عموماً یہ بارہ ماہ سے اساتذہ یا ساون کے مہینے سے شروع ہوتے ہیں۔ یہ عورت کبھی اپنی سکھوں اور سہیلیوں سے مخاطب ہو کر باتیں کرتی ہے، کبھی ان کی کامیاب اور بھرپور زندگی پر رشک کرتی ہے۔ موسم کے اعتبار سے جو تہوار آتے ہیں، مثلاً دسہرہ، دیوالی، ہولی وغیرہ۔ اس وقت اس کا دردِ عالم اور بڑھ جاتا ہے، کیونکہ ان میں وہ خوشی سے شریک نہیں ہو سکتی۔ ٹٹا، سیانے، پنڈت، رمال، جوتھیوں وغیرہ کی خوشامد کرتی ہے کہ وہ کوئی ایسا جتن کریں یا تعویذ اور گنڈا لکھیں، جس سے اس کا گھڑا ہوا ساجن واپس آ جائے۔ کبھی وہ کوئے یا نیل کنتھ کو قاصد بنا کر بھیجتا چاہتی ہے کہ وہ اس کا حال زار اس کے چہم کو جا کر سناوے اور اس سے جلد واپسی کے لیے کہے، کیونکہ برسات کی مستی بھری راتیں یا جاڑے کی لمبی راتیں اس سے تنہا کانٹے نہیں کٹتیں اور بیج پر اسے نیند نہیں آتی۔ آخر کار سال کے آخری مہینے اس کا شوہر دفعتاً پردیس سے واپس آ جاتا ہے اور اس فراق زدہ عورت کا دردِ غم مبدل بہ خوشی و خرمی ہو جاتا ہے۔“ (۲)

[۲]

اردو میں اگرچہ اس صنفِ سخن کی روایت کچھ زیادہ قدیم نہیں، تاہم پچیسویں صدیوں میں کئی شاعر اس فنِ کدے کے طواف میں سرگرم عمل رہے۔ یک کہاسی کے مصنف محمد افضل گوپال (م ۱۰۳۵ھ) اس صنف کے وہ پہلے باقاعدہ شاعر ہیں، جنہوں نے اپنی وارداتِ قلبی اور کیفیاتِ غم کو اس صنفِ اظہار کے فنی اور تکنیکی پیرائے میں بیان کیا اور ان کے بعد تو کتنے ہی شاعر اس طعمِ کدے کی طلسماتی فضا کو عکس بند کرنے اور اس کے آنکھوں میں پھیلتی خوشبو کو کشید کرنے میں مگن رہے۔ انہوں نے اپنے داخلی جذبات کو خارجی عناصر سے باہم آمیخت کر کے اپنے تخلیقی اظہار کا جادو جگانے کی کوشش کی، جس کے نتیجے میں ان کے بارہ ماہیوں میں مختلف اور متنوع رنگوں

کی بہار دینی ہے۔

ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے اردو میں - - - - - کی ایک مصلحہ میں کے عنوان سے جو کتاب مرتب کی، اس میں انھوں نے بارہ (۱۲) بارہ ماہیوں کی تعریف اور تنقیدی مطالعہ کیا اور ان کے متن محفوظ کیے۔ ان کے علاوہ، آئمہ نور الحسن، آئمہ، عبود، سین خان، محمد، کی انبی، ڈاکٹر محمد صدر الدین فضا، ڈاکٹر انصاری، ڈاکٹر عبدالغنی، اور - - - - - شمس نے بھی مختلف بارہ ماہیوں پر تعارفی اور تنقیدی مقالات لکھے، لیکن پیش نظر بارہ ماہیوں میں تمام محققین اور ناقدین کی توجہ سے محروم رہا، حالانکہ ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے دعویٰ کیا تھا کہ "بقلم اعراف کے پاس اردو کے تقریباً تمام مطبوعہ بارہ ماہیات موجود ہیں۔" (۱۳)

[۳]

بارہ ماہیہ - - - - - حاجی محمد نجم الدین سیستانی (م ۱۲۸۷ھ) کے روحانی اور داخلی تجربوں کا اظہار یہ بھی ہے اور ان کے عارفانہ اور عاشقانہ جذبوں کا اشاریہ بھی، اس میں استعارے کے رنگ بھی ہیں اور تمثیل کی خوشبو بھی۔ وہ عملاً صوفی صافی اور صاحب عرفان و یقین بزرگ تھے۔ سلسلہ چشتیہ میں خواجہ محمد سلیمان خان تونسوی غریب نواز (م ۱۲۶۷ھ) کے مرید تھے اور خلیفہ بھی۔ انھوں نے بارہ ماہیہ کی صنف کے چراغ میں اپنے روحانی کرب کو تحقیقی وجدان کی آمیزش سے اس طرح باہم آمیخت کیا کہ حقیقت کی برجستگیوں سے مزین ہوئی۔ یہ بارہ ماہیہ شاعری و راسخ قلبی اور عاشقانہ وجدانی کی وہ داستان عشق ہے، جو رنگ کے آئینہ میں بے رنگی کی تجلیاتی صداقت احساس کا منظر نامہ تشکیل دیتی ہے۔ یہ بارہ ماہیہ وہ سرسبز پہاڑ ہے، جو حدیث دیگران میں نہیں، خود شاعری زبانی منکشف ہوا۔ اس میں ہجر و فراق کا کرب بھی ہے اور وصال یا رقی لطف آفرینی بھی، اس میں خارجی عن صر کے مناظر بھی ہیں اور داخلی جمالیات کی باز آفرینی بھی؛ اس میں حمد اور نعت کی معنوی ترجمہ بھی ہے اور پیر و مرشد کے وصال کی اُمنگ بھی؛ اس میں حسن خیال کی نمود بھی ہے اور خیال حسن کا وجود بھی؛ اس میں حقیقت بھی ہے اور کہانی بھی۔ یہ مختلف اور متنوع رنگ مل ملا کر ایک ایسی بے رنگی کے ترجمان ہیں، جو زندگی اور اس کی تمام



تر معنویت کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے ہے۔ شاعر نے اپنے پیرومرشد کے فراق میں، اپنی وارداتِ غم، جو سماں باندھا ہے، دوبارہ مایہ کے ہر ایک لفظ سے آشکار ہے۔ تشبیہ اور تمثیل کی ہم آہنگی سے کہانی کے بیچے کا منظر نامہ فکر و آہنگ کی جس صورت میں متشکل ہوا، وہ پیش منظر کی طلسماتی فضا کا معنوی اشاریہ مرتب کرتا ہے۔ اس سے تحقیق کا فہمی پس منظر عشق اور سرمستی کے جذباتی رویوں سے ہم آہنگ ہو کر، فراق اور ہجر کے تلازماتی آفاق کو اس طرح وسعت آشن کرتا ہے کہ موسموں کے بدلتے منظر نامے شاعر کی باطنی کیفیات سے طلوع ہوتے ہیں۔ مجاز کے خاطر میں حقیقت کی سمیرت افروز معنوی فضا، ان کے اسی وجدانی تجربے کی بازگشت سے بیالہ گیر ہے۔ وہ جہان معنی کی وجدانی اپیل کو تشبیہ اور تمثیل کے فنی پیرائے میں اظہارِ ذات کے خارجی اور معنوی رویوں کا ایسا امتزاجی اسلوب عطا کرتے ہیں، جو ان کے ہاں کشفِ ذات سے انکسارِ ذات تک کے مراحل کا اثباتی اظہار یہ منکشف کرنے میں معاون ہے۔ اس میں تجربے کے رنگ بھی بکھرتے ہیں اور مشاہدے کی وجدانی خوشبو بھی رقص کنناں رہتی ہے۔ یوں مجاز سے حقیقت اور حقیقت سے مجاز کے مابین سفرِ گنجینہ معانی کی طلسماتی خوش آہنگی کا اظہار یہ بن جاتا ہے، جس میں کرب اور دکھ کی دھوپ بھی پڑتی ہے اور حسن وصال کی خوش رنگی کے پھول بھی کھلتے ہیں۔

[۴]

محمد نجم الدین سلیمانی حاجی صاحب کے لقب سے ملقب تھے۔ وہ خواجہ بزرگ غریب نواز کے خلیفہ سلطان التارین خواجہ حمید الدین تارینی کی اولاد پاک نہاد سے تھے۔ بچے پور کے مضافاتی قصبے تھنچنوں میں رمضان کی تیسری تاریخ جمعے کے دن ۱۲۳۳ھ کو متولد ہوئے۔ والد کا محترمہ کا نام سہرابی بی اور والدہ رازی کا نام شیخ احمد بخش تھا، جو سلسلہ نقشبندیہ میں شاہ ارادت اللہ سے بیعت تھے۔ حاجی صاحب کی رسم بسم اللہ معروف قادری بزرگ مولوی محمد رمضان مہکی کی نگرانی میں ہوئی۔ انھیں سے قرآن کریم پڑھا۔ فقہ اور ادبیات کی تعلیم کے بعد، ۱۰ شعبان ۱۲۵۳ھ کو خواجہ محمد سلیمان تونسوی غریب نواز کے مرید ہوئے۔ تونسہ مقدسہ میں خواجہ تونسوی کے مرید و خلیفہ محمد باران خان (م ۱۲۵۴ھ) سے رشحات، سمعات، فصوص الحکم اور

فتوحات مکہ اور اپنے پیرو مرشد سے کشکول الہیہ، عنبرہ کدہ، سب سے بڑا اور دیوان حافظ کا درس لیا۔ ۶۔ محرم ۱۲۵۴ھ کو بابا فرید الدین گنج شکر کے عرس کے موقع پر پانچین میں خلافت سے فیض یاب ہوئے اور مرشد کے حکم پر فتح پور شینوائی میں خانہ وقاص کی بنیاد رکھی اور انہیں افراسیاب کی روحانی تربیت کی۔ پروفیسر نعیم احمد ندوی نے تاریخ متناہجہ - میں ان سے ۲۶ خلفاء کی فہرست دی ہے۔ (۲)

وہ ۱۲۸۷ھ کو فوت ہوئے اور فتح پور شینوائی میں آسودۂ خاک ہوئے۔

حاجی صاحب نے اردو اور فارسی میں جو کتابیں لکھیں، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے

- مناقب المحبوبین ● مناقب الحبيب ● بیان الاولیاء
- قبالات نجمی ● افضل الطاعت ● احسن العقائد
- نجم الآخرة ● نجم الواعظین ● احسن القصص
- تذکرة السلاطین ● مناقب التارکین ● فضيلة السکاح
- تذکرة الواصلین (دفتر اول و دوم) ● نعم الهدایہ
- راحت العاشقین ● حیات العاشقین فی لقاء رب العالمین
- شجرة المسلمین ● سماع السامعین فی ردالمکرر
- مقصود العارفين ● مقصود المرادین فی شرح نور در عصر المذہب
- هدايت نامه ● شجرة الابرار ● شجرة العارفين
- دیوان خواجہ نجم ● پیو ملانی غیر بھلاسی ● گداز و حدب
- ماحی الغیرت ● پریم گنج ● بارہ ماہیہ نجم

حاجی صاحب کے صاحبزادے اور چائین مولانا محمد نعیم الدین (م ۱۲۹۷ھ) نے ان کے حالات اور ملفوظات میں سب سے زیادہ شاد کے عنوان سے ایک کتاب بھی مرتب کی، جو نوزغیر مطبوعہ ہے۔ اس کا منظرہ بہ فرد قلمی نسخہ، رکاوۃ نجم الدین سیمانی، فتح پور شینوائی میں مندرج ہے۔

..... حصہ شہاں ۱۲۵۸ھ کو مکمل ہوا۔ شاہ ۶ - نو، مہا ہے۔

۱۔ سترہ جہزی تھی ہاروئی اصوات

۲۔ پڑ یہ قصہ من ہیون

شاعر کی زندگی میں اس کا چھپ اور پیش قے و اشاعت کی روشنی میں نہ آئی اور یہ باب طباعت سے نہ مر رہا۔ یہ تعدادی تحقیق سے چونتیس سال بعد حسن طباعت سے روشناس ہوا۔ اس وقت شاہ ۱۰۰۰ یا ۱۰۰۰ سے زبردست ہوئے پانچ سال ہو چکے تھے۔

۳۔ مہرہ۔ حصہ شہاں

صاحب کا نام سے صاحب دے اور چائین اہل مہا محمد نصیر الدین کی اجازت اور محمد مسیب خاں اور فتح محمد ناشتی سے جن اہتمام سے یہ مجموعہ ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ طباعت کی سعادت مفتی احسی درہند کی بازار، بمبئی کے حصے میں آئی۔ یہ مجموعہ ۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ قرآن سے معصوم ہوتا ہے۔ کاتب نے شاعر کی پیش سے یہ نسخہ کتابت کیا۔ کتابت کے دوران میں اس سے بعض ان کا بھی رد ہو گیا۔ جو بعد انہوں میں بھی در آئیں۔ کاتب نے جو چھ نکھ دیا، اس کا اصل متن کے ساتھ تاج نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ سے انخلاط کی تصحیح نہ ہو سکی۔ بارہ ماہیہ کا متن ۴۶ صفحات کو محیط ہے۔ اس پر کسی عربی شاعر کے دو شعر نقل ہوئے ہیں۔ بعد ازاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایک نعتیہ قصیدے کے آٹھ اشعار دیے گئے ہیں۔ قصیدے کے بعد محمد نصیب خاں کی طرف سے ختم کتاب کے عنوان سے ایک عبارت دی گئی ہے کہ کوئی بھی شخص اس بارہ ماہیہ کو بلا اجازت چھپنے کا قصد نہ کرے، بصورت دیگر ایکٹ نمبر ۲۵ (۱۸۶۲ء) کے مطابق اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔ 'حسب نو تاریخ' (۱۸۷۵ء) اور 'سکھسی' (عمدہ مہنی عم کی کہانی) (۱۲۹۲ھ) سے بالترتیب عیسوی اور ہجری تاریخ ہائے طباعت بھی استخراج کی گئی ہیں۔

بارہ ماہیہ نجم نسخہ اجمیر:

یہ ایڈیشن حاجی نجم الدین سلیمانی کے تیسرے سجادہ نشین مولانا غلام سرور (م ۱۳۷۲ھ) کی

اجازت اور فشی علاء الدین خاں مہجودیہ کی فرمائش پر مبین پرست، اہمیت میں طبعی و ادبیات میں  
تعداد ۴۸ ہے۔ بارہ ماہیہ کا متن پینتالیس (۴۵) صفحات میں آیا ہے۔ ص ۴۶ کی ذمہ داری  
شاعر کے دو فقیر اشعار ہیں، پھر حضرت علی کے والد، حضرت کے فقیر قسیدے کے آٹھ اشعار، یہ  
گئے ہیں۔ ان کے بعد خاتمہ کتاب کے عنوان سے دو عبارت بھی نقل کی گئی ہے، جو جنہی بہ  
محمد نصیب خاں نے چھاپی تھی۔ ص ۴۸ پر نیزہ مصنف مولانا امیر نور نے کتاب اور صاحب کتاب  
کے حوالے سے دس اشعار کہے ہیں اور آخری شعر کے مصرعے ثانی (جبب گما کیا سبھ سر  
حق) سے سند طباعت (۱۳۵۶ھ) استخراج فرمایا ہے۔

بارہ ماہیہ کی دونوں اشاعتوں کے مابین چونسٹھ سال کا عرصہ طاق ہے۔

بارہ ماہیہ نجم نسخہ فتح پور:

بارہ ماہیہ نجم کا تیسرا ایڈیشن دیوناگری رسم الخط میں ۱۴۲۹ھ میں فتح پور شیخاواں سے  
اشاعت پذیر ہوا۔ پیر غلام جیلانی نجمی نے وضاحت سے بارہ طباعت کے عنوان سے اپنے پیش نظر  
میں لکھا ہے:

”اب چونکہ نسخہ بارہ ماہیہ مذکورہ کی چند جلدیں ہی چند حضرات کے پاس رہ  
گئی ہیں۔ وہ بھی دن بہ دن [؟] معدوم ہوتی جا رہی ہیں، اس لیے اس فقیر کے  
دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ اس نایاب تحفہ بارہ ماہیہ مذکورہ مزید سے بارہ  
ترتیب دے کر بارہ ماہیہ نجم الاولیا کے نام سے خط بندی حالبن حق کی  
ربنمائی کے لیے شائع کروا کر شاہ ولایت خواجہ محمد الدین صاحب کی خوشنودی  
حاصل کی جاوے۔ انحمد للہ المستر راحہ العلیین جناب سکندر خاں چوہان ولد  
حاجی اصغر شیخاواں نے نسخہ بارہ ماہیہ نجم الاولیا کو چھپوا کر سعادت حاصل  
کی۔ اللہ تعالیٰ انھیں اجر عظیم عطا فرمائے“۔ (۵)

یہ مجموعہ ۱۲۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں کتابت کی وہی غلطیاں موجود ہیں، جو اس سے  
قبل پہلے اور دوسرے ایڈیشن میں موجود تھیں۔

حمد یہ ہیں۔ پھر دودو ہے میں، جن سے شاعر نے گریز کا کام لے کر حمد سے نعت کا سفر کیا ہے۔  
 اگلے چھ شعر نعتیہ ہیں۔ وحدۃ الوجودی آہنگ میں نعتیہ منظر نامہ تخلیقی جمالیات کا ایسا اظہار یہ  
 ہے، جو حسن ازل کی تنزیل اور تعینات میں جلوہ آرائی پر گواہی بھی ہے اور اس کی ماورائی اور تجربی  
 معنویت کی دلیل بھی۔ نعتیہ آہنگ وحدۃ الوجودی صداقت احساس اور تصور حقیقت کے معنوی  
 احساس کی بدست شاعر کے پیرومرشد کی صورت میں ڈھل کر، جمالیاتی طرز فکر کی ایک نئی صورت  
 کا انکشاف کرتا ہے، جو شاعر کی تخلیقی بصیرت اور وجدانی معنویت کا ترجمان ہے۔

اس بارہ ماہیے میں مختلف مہینوں کے موسمی احوال اور ان سے خارجی منظر کی تصویریں  
 نہ دے کے برہنہ ہیں۔ کسی بھی مہینے کا آغاز ہوتے ہی شاعر موسمی ماحول کی تصویر کشی کے بجائے  
 اپنے باطنی احوال اور داخلی کیفیات کا تجرباتی آہنگ تخلیقی احساس کی رہنمائی سے مہر کرتا ہے،  
 تو بارہ ماہیے کے بین اسطورہ مند اسلامی تہذیب کا فکری اور فنی آہنگ اپنی تمام تر جمالیات کے ساتھ  
 منعکس ہو جاتا ہے۔

سات سو ستاون (۷۷۷) اشعار کو شاعر نے بارہ مہینوں میں جس طرح منقسم کیا ہے،  
 اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

تمبید (دوہرے ۱۴ + اشعار ۸۵) = ۸۵، ماہ سادن (دوہرے ۸ + اشعار ۵۵ = ۵۵)، ماہ بھادوں (دوہرے ۴ +  
 اشعار ۵۵ = ۵۹)، ماہ اسونج (دوہرے ۴ + اشعار ۴۲ = ۴۶)، ماہ کانک (دوہرے ۴ + اشعار ۳۱ = ۳۵)،  
 ماہ گر (دوہرے ۴ + اشعار ۳۵ = ۳۹)، ماہ پوہ (دوہرے ۶ + اشعار ۵۵ = ۶۱)، ماہ ماس (دوہرے ۱۰ +  
 اشعار ۵۹ = ۶۹)، ماہ پھاگن (دوہرے ۵ + اشعار ۴۶ = ۵۱)، ماہ چیت (دوہرے ۲ + اشعار ۳۵ = ۳۷)،  
 ماہ بیساکھ (دوہرے ۸ + اشعار ۶۹ = ۷۷)، ماہ جیٹھ (دوہرے ۲ + اشعار ۶۶ = ۶۸)، ماہ اساد (دوہرے ۸ +  
 اشعار ۸۹ = ۹۷)

فارسی اشعار: ۱۰ + ۴۳ = ۵۳

عربی اشعار: ۴ + ۷ = ۱۱

دوہرے: ۷۹

عربی اشعار: ۳+۷ مصرعے

دو ہرے ۷۹

اقتباس اشعار اسیری کا ایک عربی مصرع، کبیر داس کا ایک دوبارہ رعبہ الرحمن جامی کے چار فارسی شعر

[۷]

سارہ مہذبہ سحر نسیب بھی اور نسیب اجیہ میں املا کی کچھ ایسی صورتیں دکھائی دیتی ہیں، جو ہمارے ہاں انیسویں صدی میں مروج رہی ہیں، مثلاً

- (۱) بعض الفاظ میں واؤ کا ایز او، اوں، اوڈیکا، اون، دوکھ وغیرہ
- (۲) بعض الفاظ میں یائے مجہول اور معروف کا ایزا، جیسے دیکھایا (دکھایا)، دیکھاوے (دکھاوے) وغیرہ
- (۳) یائے مجہول اور معروف میں تفاوت کو ملحوظ نہیں رکھا گیا، جیسے بے (بی)، ہی (ہے)، ووکھے (اوکھی)، پینڈی (پینڈے)، پرانی (پرانے) وغیرہ
- (۴) بعض الفاظ کے آخر میں بائے ملوثگی کا ایز او لیا گیا، مثلاً بھ (یہ) مجھ (مجھ)، بھ (یہ) وغیرہ
- (۵) بائے کہنی، ارا اور بائے دچشمی کے مابین فرق نہیں کیا گیا، مثلاً دچشمی (دچشمی) ٹھکانے (ٹھکانے)، بچھو (بچھو)، بھدوں (بھدوں)، بکی (بکی)، تھہرائی (تھہرائی)، سبھی (سبھی) وغیرہ
- (۶) بائے ہوز اور بائے دچشمی میں فرق روا نہیں رکھا گیا۔ اندھیہ (اندھیہ)، آدھی، (آدھی)، اندھیار (اندھیار)، پڑنے (پڑھنے)، دہمن (دشمن)، منجہ بار، (منجہ دار) وغیرہ
- (۷) بعض الفاظ کو بائے ہوز کے بجائے بائے حلی سے لکھا گیا، جیسے مرتم (مرہم) وغیرہ

(۸) قدیم روش املا کے مطابق غظوں کو جوڑ کر لکھنے کی روایت کو برقرار رکھا گیا ہے، جیسے اوسرات (اُس رات)، اوسلیکا (اُسی کے کا)، جگمین (جگ میں) تنگی

(تنی) وغیرہ

(۹) بعض الفاظ میں تون کر کے آیا، مثلاً: مجبوں کی (مجبولتی)، لی تا (لیتا)، اوڑی کا

(اونیٹا)، بھٹ کا (بھٹکا) وغیرہ

(۱۰) بعض الفاظ بابت دو چشمی کے بغیر لکھے گئے، مثلاً: (مجھ)، (تج) (تجھ) وغیرہ

(۱۱) بارہویہ کے متن میں نون اور نون غنہ میں تفریق روا نہیں رہی فی مثلاً: شیرین

(شیرین)، بسین (بکسین)، دو جہان (دو جہاں) وغیرہ

(۱۲) بعض الفاظ میں کاف ہندی کے بجائے کاف برتائیہ

(۱۳) بعض الفاظ کے اسلا میں 'ظ' اور 'ز' کی تخصیص نہیں کی گئی، جیسے: مندرجہ بالا نظر لکھا

گیا ہے۔

(۱۴) ایک آدھ غلطی آخر میں نون غنہ کا ایزاد کیا گیا، جیسے: کس (کئی) وغیرہ

(۱۵) بعض الفاظ میں مے منتفی کے بجائے یائے معروف اور یائے مجبوں کا استعمال

کیا گیا، جیسے: پی (پے)، پی (پے) وغیرہ

(۱۶) بعض الفاظ میں یائے مجبوں کے بجائے مے منتفی کا استعمال کیا گیا، جیسے: بہ

(دے) وغیرہ

(۱۷) بعض الفاظ میں مختلف حروف کا ایزاد کیا گیا، مثلاً: نیچلی (نیکی)، یدام (یک دم)

وغیرہ

(۱۸) بعض الفاظ میں مختلف حروف کی تخفیف کی گئی، جیسے: آ تک (آکھ)، بچاری

(بچاری)، بنائی (بنائی) وغیرہ

بارہ ماہیہ نجم میں:

(۱) بعض الفاظ اپنے درست تلفظ کے بجائے علاقائی اور مقامی تلفظ کے مطابق نظم

ہوئے، مثلاً: عقل بجائے عقل، ذر بجائے ذر، مرض بجائے مرض وغیرہ۔

(۲) بعض پنجابی الفاظ نط تلفظ کے ساتھ نظم ہوئے، مثلاً: عزت بجائے عزت، سرت، سرت

بجائے سرس۔

(۳) بعض الفاظ کی تذکیر و تانیث پر علاقائی اور مقامی زبانوں کے اثرات دکھائی دیتے ہیں، جیسے 'دارو، حاجت روا اور راہ وغیرہ۔ شاعر نے 'ول الذکر' و 'لغظ کو مؤنث اور مؤخر الذکر کو مذکر پر دتا ہے۔

(۴) کئی مقام پر شاعر نے فارسی الفاظ 'حق' (۲+ حق) پر ہندی کے ساتھ 'لف' ایزا کر کے اسے نفی کے معنوں میں پر دتا ہے، حالانکہ اس لفظ میں 'نا' کا ساتھ نفی کی معنویت کا اظہار یہ مرتب کر رہا ہے۔

(۵) کئی جگہ شاعر نے 'نہ' اور 'مت' کو یکجا استعمال کیا ہے۔

(۶) اکثر مقامات پر صوتی قوافی استعمال کیے گئے ہیں، جیسے 'سین' اور 'شین'، 'تھے' اور 'نے' اور 'ڈال' اور 'ڑے' اور 'ڑے' وغیرہ۔ یہ ہم قافیہ یا 'یہ ہے'۔

### ● لفظی، معنوی، صرفی اور نحوی جمالیات

برج الفاظ: سنی، سیں، سیتی، سیتیں، سوں وغیرہ

پنجابی الفاظ: پینڈے، اوکھے، کدھی، اونھی، تول، کئی، تن، دوسے، جھب، کو، آیا، پوچھ، چنگا، چھہ، جگ، سرس، سرس، دارو، پیرا، دکھیا، مت (مبادا) وغیرہ

سندھی الفاظ: کرہا، کرہلا وغیرہ

کھڑی الفاظ: سیانی، سندن، برد، درس، نیارا، دوو، بجن، فلی، سکین، سا جین وغیرہ

ہندی الفاظ: پتیم، پیت، پی، پیا، قہ، قہڑا، نانو، سدھنا، ناگن، رین، نین، گازی، سکھی، بید، کارنی، مائی، ورشن، ماس، سنس، مزار، رکی، کرتار، جتن، مین، نی، چنڈی، شین، دھیان، بھٹی، بھیا وغیرہ

راجستھانی الفاظ: برد، او سیر

نذہبی اور متصوفی لفظیات: بسم اللہ، رحمن، رحیم، معبود، بے جہت و مرکاں، مقصود، دو جہاں، موجود،



ظاہر، جلوہ، تجلی، اول، آخر، واللہ، شکل الایزائی، نقاب، ذرہ، مہم، غفور، احمد، ظہور، رمز، دستور، رنگ، بے رنگ، محمد، باب احمدی، راز سرمدی، اظہار، شانِ یوسفی، جمالِ یوسفی، زلیخا، عشق، عاشق، معشوق، پیہ، مرشد، طیب، عشق، خدا، دو عالم، نظارہ، جلوہ گر، مشتاق، راہِ دل، طلبِ یار، مقبول، غیر، فنا، پردہ، ہستی، دل، سلیم، القلب، برہان، نبی، قول، درگاہِ باری، کامل، مطیع، جن و انس، حاجت رو، فیض، مقرب، قبلہ، حاجت، نکاح، قیس، لیلیٰ، شیریں، فرہاد، قبر، منکر، نگیر، ولی، حق، وظیفہ، الحمد للہ، اصل، مسجد، غفلت، صورت، توجہ، تصور، حشر، محشر، قیامت وغیرہ

تر آئیب، بارِ جہراں، حذاب، بجر، شرابِ ارغوانی، غم دارین، مئے وحدت، لختِ دل، ایامِ غم، احوالِ دل، زکوٰۃِ حسن، شاہِ جہاں، قولِ یار، بارِ بجر، روئے چانی، روئے سخن، خدائے بجر، پیشِ چانی، گفتارِ غم، دردِ دل، آتشِ سینہ، حبِ جہاں، شہِ گلشن، شکلِ الیزائی، بے جہت و مکاں، باب احمدی، راز سرمدی، جمالِ یوسفی، قلوبِ عاشقان، سلیم القلب، ذاتِ باری، نصف الملاقات وغیرہ

### ● مصادر کی مختلف صورتیں:

- (۱) واؤ کے ایز دے ساتھ آؤنا، جاؤنا، روانا، لو بھانا، بلاؤنا، دکھاؤنا، سہاؤنا، یادنا وغیرہ
- (۲) الف کی تخفیف اور علامتِ نون کے ساتھ کہن، سنن، ملن، آون، ڈھونڈن، مرن، پوچھن، جلاؤن، دلاؤن وغیرہ
- (۳) وہ مصادر جو مختلف زبانوں اور بولیوں کے ارتباط سے اردو میں مروج رہے، مگر اب یہ متروک ہو گئے ہیں، جیسے تیاگن، آٹن، قبون، سوکھن، کوکن، وٹن، سارنا، چھالنا، پھٹن، کینن، بھانا، پھنا، آھوٹنا، اڈیکنا، چسنا (روشن کرنا)، بڑنا (داخل ہونا)، چکارنا، کودنا، کاڈنا، تچنا، بادنا (ڈالنا)، چھاڈنا (چھوڑنا) وغیرہ

(۴) بعض مصادر کے آخر میں نون غنہ کا ایزاد بھی ناں، جاناں، سہاوتاں وغیرہ

### ● اسم اشارہ: جا (جو، جس)، دا (وہ، اُس) وغیرہ

- اسمائے ضمیر ثمری (تمھاری)، تہری (ہماری)، توں (تو)، توہ (تو)، تیں (تو)، تہری (تمھاری)، جنھوں (جن)، انھوں (اُن)، جن (جس)، جن (س)، ہو (میں)، مجھ، میرا، مجھے) وغیرہ

● اس بارہ مایے میں جمع بنانے کی چار صورتیں دکھائی دیتی ہیں

- (الف) 'اں' سے جمع بنانے کی مثالیں۔ سکھیاں، غیاں، رمزاں، کاناں، چٹیاں، بتیاں، مبارکاں، مرادوں، غلواں، غریباں، نصیباں، عندلیباں، قدیاں، بقویذاں، معشوقاں، پھولاں، انگلیاں، خوشیاں، گھراں، باتاں، جھڑیاں، چوڑیاں، ماریاں، ساریاں، پیاریاں، ماریاں، تیرتھوں، پہاڑوں، بہاراں، دالوں، گاریاں، نقصیراں، قد رتاں وغیرہ
- (ب) 'وں' سے جمع بنانے کی مثالیں۔ مینوں، چشموں، وشنوں، لون، مستحقوں، نصیبوں، انگلیوں، وقتوں، راتوں، کرموں، گاہوں، سکھیوں، آگتوں، سیانوں، ملکوں، تارکوں، طلبیوں وغیرہ

(ج) 'یں' سے جمع بنانے کی مثالیں۔ ہاریں، سہیلیں وغیرہ

(د) 'ے' کے ساتھ جمع بنانے کی مثالیں۔ بھروسے، دل فگارے، چارے، چھالے، وظیفے وغیرہ

- اردو بارہ مایوں کی قدیم اور مروجہ روایت کے مطابق اس بارہ مایے میں بھی کئی الفاظ ہیں مختلف حروف کو ایک دوسرے پر ترجیح دی گئی ہے، مثلاً:

(۱) حرف 'لام' پر 'رے' کو ترجیح دی گئی ہے، جیسے بوری (بادلی)، بادری (بادل)، پیری (پیلی)، چارے (جلے)، مارے (ٹالے)، کاری (کالی)، بورا (باولا)، چارنا (جلانا)، جروں (جلوں)، باورے (بادلے)، بار (بال) وغیرہ

(۲) ایک آدھ لفظ میں 'ڑے' پر 'رے' کو ترجیح دی گئی ہے، مثلاً: موری (موزی) وغیرہ

(۳) 'نے' پر 'پھے' اور 'ضاد' پر 'ڑے' کو ترجیح دی گئی ہے، مثلاً: پھیر (فیض) وغیرہ

● بارہ ماہیہ حجم میں شاعر نے اردو زبان کی قدیم روایت کے زیر اثر مختلف حروف کو محذوف رکھا ہے۔ چند مثالیں:  
کر:

کوئی گل ٹانگ دستار جمن پر

کے:

کہ ہارا جس لیے سارا جو مارا

کری ہرگز نہ یاری اُس کرم نے

نے:

کہ جس مجھ ناتواں کا دل ہرا ہے

جعلنا سو مکم جو حق کہا ہے

میں چلتے وقت اُن کو کہہ دیا تھا

کو:

کہ اس کرنے سے قیم گھر میں آوے

کہ جس دیکھے سے سب دکھ دور جاوے

کی:

جدائی یار نے دل جار گھیرا

● افعال:

(۱) فعل حال کے اظہار کے لیے افعال کی چند صورتیں:

(الف) ا۔ جروں ہوں (جل رہی ہوں)، ہروں ہوں (مر رہی ہوں)، ڈروں

ہوں (ڈر رہی ہوں)، پھروں ہوں (پھر رہی ہوں) وغیرہ

ii۔ جرے ہے (جل رہا ہے)، مرے ہے (مر رہا ہے)، کرے ہے  
(کر رہا ہے) وغیرہ

iii۔ کری ہوں (ہوئی ہوں، کی ہے، کر رہی ہوں) وغیرہ

iv۔ بے ہے (بتا ہے، رہتا ہے) وغیرہ

v۔ کو کے ہے (کوکتا ہے) وغیرہ

(ب) i۔ سودتا ہے (سورہا ہے، سوتا ہے)، ہووتا ہے (ہورہا ہے، ہوتا ہے)  
وغیرہ

ii۔ جاوتی ہے (جاتی ہے، جارہی ہے) وغیرہ

iii۔ آوتا ہے (آتا ہے، آ رہا ہے)، بھاوتا ہے (بھاتا ہے) وغیرہ

(ج) کریں ہیں (کرتی ہیں) وغیرہ

(د) بھٹو ہو (بھاگتی ہو، بھاگ رہی ہو)، لگو ہو (لگتی ہو) وغیرہ

(ه) پھاٹ ہے (پھٹ رہا ہے) وغیرہ

(و) نکست ہے (نکلت رہا ہے) وغیرہ

(ز) کوکت ہیں (کوک رہے ہیں) وغیرہ

(ح) بسیں ہیں (بستے ہیں، رہ رہے ہیں) وغیرہ

(ط) آدے ہے (آئے ہے، آتا ہے) وغیرہ

(ی) لگوں ہوں (لگتی ہوں) وغیرہ

(۲) فعل مضارع اور فعل مستقبل کے استعمال کی مختلف صورتیں:

(الف) ہووے (ہو، ہوگا) وغیرہ

(ب) جاویں (جائیں)، آویں (آئیں)، کہاویں (کہلائیں)، سناویں (سنائیں)

وغیرہ

(ج) جاوے (جائے)، پاوے (پائے) وغیرہ

(د) ہوو (ہو) وغیرہ

(د) ہیکا (ہے، ہوگا) وغیرہ

(و) ہینگی (ہے، ہوگی) وغیرہ

(ز) ہینٹے (ہیں، ہوں گے) وغیرہ

(ح) ہووے گی (ہوگی) وغیرہ

(ط) رہ گئی (رہے گی) وغیرہ

(ی) ہوویں گے (ہوں گے) وغیرہ

(ک) پہنچ سی (پہنچے جانے گا) وغیرہ

(ل) ہوئے سی (ہوگا) وغیرہ

(م) آؤ سی (آئے گا)، پاؤ سی (پائے گا) وغیرہ

(۳) فعل ماضی کے استعمال کی مختلف صورتیں:

(الف) جروں تھی (جل رہی تھی)، رہوں تھی (رہتی تھی، رہ رہی تھی) وغیرہ

(ب) ہو یا (ہوا) وغیرہ

(ج) ہووی (ہوئی) وغیرہ

(د) کچا (کیا) وغیرہ

(ه) دینو (دیا) وغیرہ

(و) کینا (کیا) وغیرہ

(۴) فعل امر کے اظہار کی صورت آرائی:

کہو (کہو)، رہو (رہو)، مانو (مانو)، یو (اؤ)، چانو (چانو) وغیرہ

● ضمیر جمع غائب کے لیے واحد فعل کا استعمال۔

کہ تھی جوین اندر بھر پور ساری

جوان و خوبرو یک رنگ سب تھی



حقیقت میں تھی ہم یک نور ساری



کہ یک ڈیرے کے اندر رنگ سب تھی



گئی لے کے سبھی تجھے پیا کن



جو تھی ساتھ زلیخا کی دے ساری



تمہی خواہشیں دل سے مٹائی

● جمع متکلم کے لیے واحد فعل کا استعمال:

ہر اک طرح کے ہم سب کھیل کھیل



● واحد متکلم کے لیے جمع فعل کا استعمال:

مبا جو باغ میں دیکھے بجن کو

کریں یہ عرض میرے ذوالہمن کو

[۸]

لسانی اعتبار سے نجم الدین سلیمانی کی زبان کا دائرۂ اثر کئی زبانوں اور بولیوں کے اثرات کو محیط ہے۔ اس میں ہریانی کا رنگ بھی ہے اور راجستھانی کا رس بھی، پنجابی کی خوشبو بھی ہے اور برج کا آہنگ بھی؛ سندھی کے چند الفاظ بھی اس بارہ ما سے کی منظر آرائی میں معاون ہیں اور ہندی لفظیات کی جلوہ آرائی بھی کم نہیں؛ عربی اور فارسی کے متعدد الفاظ پنجابی اور راجستھانی تلفظ اور آہنگ میں لقم ہوئے۔ اسلوب اظہار اور لفظیات کا دروبست دیہاتی پس منظر میں پیش منظر کا وہ



## محالسِ کلیمی کا تنقیدی مطالعہ

[۱]

محالسِ کلیمی شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی (م ۱۱۳۲ھ / ۱۷۲۹ء) کے ملفوظات گرامی کا نہایت ہی نادر اور عمدہ موقع ہے۔ یہ گراں قدر مجموعہ عرفان و معرفت چودہ مجالس کی روداد پر مشتمل ہے۔ اس کے مرتب اور جامع مولانا نظام الدین اورنگ آبادی (م ۱۱۳۲ھ) کے مرید اور خلیفہ خواجہ محمد کامگار خاں حسینی ہیں۔ اس کی ترتیب و تہذیب ۱۱۳۱ھ میں عمل میں آئی۔ خواجہ محمد کامگار خاں حسینی شاہی لشکر سے وابستہ تھے۔ ۳۔ محرم ۱۱۳۱ھ میں وہ امیر الامرا سید حسین علی خاں کے ہمراہ بدھ فحشت بنیاد اورنگ آباد سے براستہ دارالسرور برہان پور، دہلی کی جانب عازم سفر ہوئے۔ تقریباً دو ماہ میں اُن کا قافلہ دہلی پہنچا۔ ۲۷۔ ربیع الاول ۱۱۳۱ھ کو پہلی بار وہ شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کی بارگاہِ عرشِ مقام میں ناصیہ فرسا ہوئے اور ۸۔ جمادی الثانی ۱۱۳۱ھ کو وہ آخری بار مجلس میں شریک ہوئے اور مجلس کے اختتام کے معا بعد اورنگ آباد کی جانب مراجعت فرمائی۔ وہ دہلی میں تہتر (یا رویت بدل کے مطابق اکہتر یا بہتر) دن مقیم رہے۔ ان ایام میں انھیں چودہ بار مجالسِ کلیمی میں ناصیہ فرسائی کی سعادت میسر آئی۔ انھوں نے اپنے دادا مرشد کی گفتگوئے دلنواز و دل کے کانوں سے سنا اور محبت کی زبان میں اس کی ترقیم کی۔ مرتب کے بھائی خواجہ محمد نور الدین بھی بارگاہِ کلیمی میں اپنی جمیع نیاز جھکانے کے آرزو مند تھے، لیکن خرابیِ صحت کی بنا پر انھیں مولانا نظام الدین اورنگ آبادی نے سفر کی اجازت نہ دی اور یوں وہ اپنے پیرومرشد کی بارگاہِ فلک آثار میں حاضر رہے۔ جس روز جامع ملفوظات دہلی میں وارد ہوئے، اُسی روز خواجہ محمد نور الدین نے اورنگ آباد میں اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کی۔ خواجہ کامگار حسینی رقمطراز ہیں کہ:

”از گھر دیشِ دورانِ دون و از بیرنگیِ زمانہ ہو قلموں بہ تاریخِ یست



و ہفتم ماہ ربیع الاول سنہ مذکور واقعہ جان کاش عالم سیاہ احوی  
محمد نور الدین بہ میان آمد۔ دلِ مہجور باین داغ ابدی و باین دردِ  
سرمہ دی مبتلا شدہ۔

قلم تاسر کند اہر داستان را

بسمہ آپ تہنوع می شوید زیباں را

از سماعِ این حادثہ پُرسور و گدازِ حاشی روی دادہ کہ در  
تحریرِ سخی تو ان آورد۔ چون ازین امرِ خطیرِ چارہ نیست، لاچار  
صبرِ سمودہ و پیش از رسیدنِ این خبرِ موحش در خاطر داشت کہ  
جہتِ برادرِ مرحومِ تحفۃ این سفر بہ ارین نیست کہ ابجہ اربن  
کرامتِ ترجمانِ حصرتِ ولایتِ مرکتِ مسموع می شود،  
در تحریرِ بیار دو روی داد۔ محالِسِ ہمایوں کہ در ان حاضر بود،  
بر نگارد و بعد ملاقات بہ برادرِ عزیزِ بگنرا ند۔ باین ارادہ این رسالہ  
تالیفِ نمودہ بود و مسمی بہ محالِسِ کلیمی کردہ۔ در ہمین حال  
خبرِ رحلتِ انحوی علیہ الرحمۃ رسید۔ پس از افسوسِ بسیار و  
تاسفِ بی شمار فوائد یکہ جمع کردہ بود، ترتیب دادہ ہر خوانندہ  
و شنوندہ کہ ازین فوائد بہرہ مند گردن۔ باین عاصی سراپاِ تقصیر و  
برادرِ عزیزِ محمد نور الدین مرحوم را بہ فاتحہ و دعایِ عبر یاد کند  
کہ باعثِ نجات و علو درجاتِ آن مرحوم و مغفور و این محزون  
و مہجور گردد۔ (۱)

خواجہ محمد کا مگار خاں جتنے دن دہلی میں مقیم رہے، وہ اپنے بھائی کی موت سے لاعلم رہے۔  
محالِسِ کلیمی میں کہیں بھی اُن کی رحلت کا تذکرہ نہیں ہوا۔ شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی، خواجہ محمد  
نور الدین حسینی سے بھی بہت محبت کرتے تھے، کیونکر ممکن ہے کہ اُن کی موت پر مجلسِ تعزیت پر پانہ

ہوتی اور ان کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ نہ ہوتا؟ خواجہ کامگار خاں حسینی کے قیام دہلی کے زمانے میں اورنگ آباد سے مولانا نظام الدین کا ایک آدھ خط بھی بارگاہ کبھی میں شرف صدور لیا۔ اس خط کا تذکرہ سرتویں مجلس میں ہوا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ خط خواجہ نور الدین حسینی کی زندگی میں لکھا گیا ہوگا، مگر نہ اس میں ان کی موت کا یقیناً تذکرہ ہوتا۔ ان دونوں بھائیوں کو اپنے شیخ کی بارگاہ تقدس مآب میں جو شفقت اور توجہ میسر تھی، اس کے پیش نظر یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔

پروفیسر محمد اسلم رقمطراز ہیں کہ

”اُسی زمانے میں انھیں یہ اطلاع ملی کہ ان کی عدم موجودگی میں ان میں ان کے بھائی محمد نور الدین کا انتقال ہو گیا ہے۔ خواجہ کامگار خاں نے اپنے مرحوم بھائی کے ایصالِ ثواب کی خاطر شاہ کلیم اللہ کی چودہ مجالس کے ملفوظات مجالس کلبی کے عنوان سے مرتب کیے۔“ (۲)

پروفیسر صاحب موصوف دیباچے کی عبارت کے چند جملوں کی عدم تفہیم سے اس مغالطے میں پڑ گئے کہ خواجہ محمد کامگار خاں نے اپنے بھائی کے ایصالِ ثواب کے لیے ان مجالس کی روداد نویسی کی، حالانکہ وہ اپنے سفر دہلی کے ارمغان کے طور پر انھیں مجالس کلبی پیش کرنا چاہتے تھے، جیسا کہ انھوں نے مندرجہ بالا اقتباس میں بھی لکھا ہے، لیکن شومی قسمت جب وہ وطن واپس گئے، تو بھائی دنیا ہی میں نہ تھے۔ انھوں نے جب مجالس کلبی کا دیباچہ لکھا، تو گو یاد دل نکال کر صفحہ قرطاس پر رکھ دیا۔

[۲]

خواجہ کامگار خاں حسینی، خواجہ برہان الدین کے فرزند ارجمند تھے۔ ان کا سلسلہ نسب خواجہ علاء الدین عطار سے ملتا ہے، جو خواجہ بہاء الدین نقشبند کے داماد تھے۔ انھیں کی نسبت سے یہ لوگ عطاری بھی کہلاتے تھے۔ ان کا خاندان صدیوں تک سلسلہ نقشبند یہ کا ارادت پیش رہا، لیکن یہ دونوں بھائی سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہوئے۔ ان کے بزرگوں کا وطن لاہور تھا۔ یہ دونوں بھائی اورنگ آباد میں مقیم تھے اور اسی شہر خوش آثار کی خاک میں مدفون ہوئے۔

خواجہ کامگار خاں شاعر بھی تھے اور شاعری میں عالی تخلص کرتے تھے۔ مجالس کلیسی کے دیباچے میں انھوں نے اپنے بھائی کا جو مرثیہ لکھا ہے، اس سے شاعری میں ان کی فکری اور فنی مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔ نثر میں بھی انھوں نے تین کتابیں لکھی ہیں۔ اس مجموعہ ملفوظات کے علاوہ انھوں نے اپنے پیر و مرشد کے دو ملفوظاتی مجموعے بھی مرتب کیے (۱) احسن الشمائیں (۲)

ملفوظات مولانا نظام الدین اور رشادادی

یہ دونوں مجموعے ہنوز غیر مطبوعہ ہیں اور ان کے قلمی نسخے سلسلہ چشتیہ کے مختلف کتب خانوں میں مل جاتے ہیں۔

### [۳]

مجالس کلیسی مطبع برہانیہ، حیدرآباد سے ۱۳۲۸ھ میں شائع ہوئی، لیکن اب یہ مطبوعہ نسخہ نایاب ہے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی (م ۱۹۹۷ء) نے سالار جنگ میوزیم میں موجود اس کے خطی نسخے کا حوالہ بھی دیا ہے۔ (۳) احمد منزو کی کی مرتبہ فہرست میں پاکستان کے مختلف کتب خانوں میں موجود اس کے چار نسخوں کی جو تفصیلات دی گئی ہیں، وہ حسب ذیل ہیں

”دیرہ غازی خان، توسسہ سرف، استنباط سلیمانہ، رفیر محمود

سیدی: مستعلیق پختہ: ۱۲۴۱ھ: ازروی خط نگارندہ، آغاز برابر (ص)

۴۵-۱) نعیم اختر محد دی

کراچی، انجمن ترقی اردو، ف ۹۳۱۱، مستعلیق، سدہ ۱۳۰۳، آغاز مجلس

اول: روریلک شبہ بیست و ہشتہ ربیع الاول ۱۱۳۲ھ سعادت قدم بوسی

حاصل شد (ص ۱-۵۹) عارف نوشاھی

اتھ، مکہ کتب خانہ مولانا محمد علی محمد صالح، مستعلیق مجد

الدیں [۴] ۱۳۵۶ھ، آغاز برابر نمونہ (ص ۱۲۴) پروفیسر ملک محمد اقبال

ملتان، جہانیاں، جک ۱/۱۱۴-آر، کتب خانہ اللہ بخش اسد نظامی، مستعلیق

خوش، گل محمد جودھرائی [۴] ۱۷-ص ۱۳۶۰: آغاز برابر نمونہ: نخستین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سب (ص ۱۰) سعید اختر بنو شامی۔ (۳)

راقم کے پیش نظر مجلس کلیسی کے دو قلمی نسخے رہے ہیں۔ کوشش بسیار کے باوجود بھارت، کراچی اور جہانیاں کے نسخوں تک رسائی ممکن نہ ہو سکی۔  
مجلس کلیسی کا نسخہ اول تونسہ مقدسہ کے کتب خانے کا مخزن ہے، جبکہ نسخہ ثانی مہذب شریف کا مملوکہ ہے۔

تونسہ مقدسہ کا نسخہ ۱۳۔ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ کا مرقوم ہے۔ کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا۔ وہ کون تھا اور اس نے کس نسخے سے کہاں اور کس کے لیے اس نسخے کی ترقیم کا اہتمام کیا؟ ترقیم نہ ہونے کی وجہ سے ان سوالات کا کوئی جواب میسر نہیں۔ غیبت ہے کہ اس کاتب کی بدولت اس درجے بہا کو بھائے دوام کے بازار میں حیات جاوداں مل گئی۔ اس کتب خانے سے کسب فیض کرنے والے اپنے اپنے رنگ میں اس نسخے کی دید و بازدید سے مستفید ہوتے رہے۔ مولوی محمد الدین مہذب (م ۱۹۷۵ء) نے اپنے کتب خانے کے لیے اس کی نقل تیار کی۔ کئی نسخہ شناس اس کے کوائف مرتب کرتے رہے۔ پروفیسر محمد اسلم نے اس پر بھرپور مقالہ لکھ کر اس کے مالہ دہلیہ سے قارئین کو آگاہ کیا اور اب یہی نسخہ اس انتقادی مطالعے کی اساس قرار پایا۔

یہ نسخہ ۲۳ اوراق پر مشتمل ہے۔ دو درجہ کے تقاضوں کے پیش نظر اس پر صفحہ نمبر بھی لگانے گئے ہیں۔ ہر صفحے پر ۱۶ سطریں ہیں اور ہر سطر چودہ چودہ لفظوں کو محیط ہے۔ خط صاف اور خوانا ہے، لیکن خوب صورت اور دیدہ زیب نہیں۔

نسخہ مہذب شریف مولوی محمد الدین مہذب کی کا دست نوشتہ ہے۔ اس کی کتابت ۱۴۔ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ تکمیل آگیا ہوئی۔ یہ نسخہ تونسہ مقدسہ میں لکھا گیا تھا۔ مولوی صاحب نے کئی مقامات پر غلطی سے بچنے کی کوشش کی، جو تونسہ مقدسہ کے نسخے میں راہ پا گئی تھیں۔ یہ نسخے اوراق پر مشتمل ہے۔ ہر صفحے پر سطروں کی تعداد کم از کم پچیس اور زیادہ سے زیادہ انتیس ہے اور ہر سطر میں کم از کم بیس اغانیاں ہیں۔ کاتب کا خط خوانا ہے، مگر صاف اور خوب صورت نہیں۔

[۴]

محاسن کسمی پر مبنی انداموں کی فکری اور تکنیکی گرفت بہت مضبوط ہے۔ خواہ بہتر  
کا مگار خاص سینی نے امیر حسن مدہجری، ہوی (۱۳۸۷ھ) کے اسلوب اور رنگ میں اس کو  
وقت، دن، تاریخ اور منہ و سانس کے تذکرے سے مزین کر کے تاریخی مناظر کی معنوی جمالیات  
کے آئین میں عکس انداز کیا ہے، جس سے مرتب کے تاریخی شعور اور اس معاشرے پر تاریخ و  
ثقافت کی فکری اثر اندازی کی تفہیم اور تعبیر کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس مجموعہ ملفوظات کی مجالس کی  
تاریخ و تفصیل حسب ذیل ہے۔

- مجلس اول: ۲۷ ربیع الاول ۱۱۳۱ھ بروز ہفتہ
- مجلس دوم: ۳ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ بروز جمعہ
- مجلس سوم: ۶ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ بروز اتوار
- مجلس چہارم: ۱۰ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ بروز جمعرات
- مجلس پنجم: ۱۱ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ بروز جمعہ
- مجلس ششم: ۱۳ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ بروز پیر
- مجلس ہفتم: ۱۷ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ بروز جمعرات
- مجلس ہشتم: ۱۸ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ بروز جمعہ
- مجلس نهم: ۲۰ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ بروز اتوار
- مجلس دہم: ۲۱ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ بروز پیر
- مجلس یازدہم: ۲۶ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ بروز ہفتہ
- مجلس دوازدہم: ۲۸ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ بروز پیر
- مجلس سیزدہم: ۷ جمادی الاول ۱۱۳۱ھ بروز بدھ
- مجلس چہار دہم: ۸ جمادی الثانی ۱۱۳۱ھ بروز جمعرات

اگر اس مجموعے میں زمانی اور تاریخی تناظر کی جلوہ آرائی کے منظر اپنے تمام تر جمالیاتی

اُسوب میں مرتب نہ ہوتے، تو تاریخ کے کئی رنگ ہمارے نظروں سے اوجھل ہو کر زمانے کی گرد میں گم ہو جاتے، مثلاً خواجہ محمد نور الدین کی تاریخ وفات کا تذکرہ کسی دوسرے ماخذ و منظر نامے میں مذکور نہیں۔ پہلی اور آخری بار اس واقعے کی تاریخی تعبیر اس مجموعہ ملفوظات میں منعکس ہوتی ہے اور مرحوم کی محبوبانہ روشِ زیست کا اظہار یہ بن کر ماحول کو اُسی اور ملال کی کیفیت سے ہم آہنگ کرتی ہے اور اُن کے اوصافِ حمیدہ کے تاظر میں مرتب کا دکھ اور کربِ تخلیقی طرزِ احساس کے قرینے میں ڈھل جاتا ہے۔ اسی طرح جامع مسجد دہلی میں جمعے کے روزِ رفیع الدرجات کی آمد پر استقبال کے لیے امیر الامراء سید حسین علی خاں اور قطب الملک یحییٰ الدولہ سید عبداللہ خاں کی موجودگی اور پھر رفیع الدرجات کی شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کی محفل میں جہیں سہائی کے مناظر کسی دوسرے تذکرے میں مذکور نہیں۔ صرف یہی مجموعہ ملفوظات ان مناظر کا عکس گر ہے۔

[۵]

محاسنِ کلمی کے خطی نسخوں میں چند غلط پائی جاتی ہیں۔ تین کی طرف پر دفسر محمد اسلم نے توجہ دلائی ہے۔ یہ تصحیحات بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ نسخہ خوانی کے عمل میں پر دفسر صاحب موصوف سے بھی بعض تسامحات ہوئے ہیں، جن کی تصحیح بھی ضروری ہے، تاکہ متن اور اس کے مندرجات کو اُن کے صحیح تاظر میں دیکھا جاسکے۔

(۱) ”شاہ کلیم اللہ نے ایک روز حاضرینِ مجلس کو بتایا کہ شادی کتب خانے میں

مصوص الحکم کا ایک نسخہ تھا، جو مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ فرخ سیر

نے وہ کسی نااہل شخص کو دے دیا اور اُس نے ضائع کر دیا۔“ (۵)

پہلی بات تو یہ کہ شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی نے حاضرین کو نہیں بتایا کہ مصوص الحکم کا نسخہ

فرخ سیر نے کسی نااہل کو دے دیا اور دوسرا یہ۔ اور اس نے ضائع کر دیا۔۔۔ زائد از متن ہے اور مقالہ

نگار کا اضافہ۔ متن کی عبارت کچھ اس طرح ہے:

”شخصی از حصار عرص نمود کہ: کتاب مصوص الحکم [بہ خط مصنف

در کتب خاصہ فرخ سیر بود۔ در ایام سلطنت بہ فلان شخص کہ لائق اعام

آں نہ بود، بحشید۔“ (۱)

(۲) ”کامگار خاں لکھتے ہیں کہ اورنگ آباد میں اُن کے شیخ طریقت حضرت نظام الدین کے کتب خانے میں بھی مخصوص محکمہ موجود تھی۔“ (۱)

شاہ کلیم اللہ جہاں آیا، نے خواجہ کامگار خاں سے پوچھا کہ کیا مولانا نظام الدین درنگ آبادی کے کتب خانے میں مخصوص کانسخہ موجود ہے؟ جو پامرتب محفوظات عرض گزار ہوا کہ دو نسخے تھے۔ ایک نسخہ کسی نے عاریت لیا، لیکن واپس نہ آیا۔ البتہ دوسرا نسخہ کتب خانے میں محفوظ ہے۔ (۳) ”ایک روز کامگار خاں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہاں کتاب منسرح

الصدور کا ترجمہ سنایا جا رہا تھا۔“ (۱)

مجلسِ کلیسی میں شرح الصدور کا ترجمہ نہیں سنایا جا رہا تھا، بلکہ غریب نواز مثنیٰ کتاب کا تقابل کر رہے تھے اور حاضرین کے استفادے کے لیے عربی سے ترجمہ بھی کرتے جا رہے تھے۔ مرتب نے زبان کا تذکرہ تو نہیں کیا، مگر آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ ترجمہ فارسی زبان میں کیا جا رہا تھا، جو اُس زمانے کی علمی، ادبی اور تدریسی زبان تھی۔

اسی طرح محاسنِ کلیسی کے حوالے سے پروفیسر ضیق احمد نظامی سے تاریخِ مشائخِ جنت میں چند تصحیحات ہوئے ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے

(۱) ”کامگار حسینی دہلی میں ہی تھے کہ بھٹی کے انتقال کی خبر وحشت اثر اُن کو ملی۔“ (۱)

خواجہ کامگار حسینی قیامِ دہلی کے دوران میں، اپنے بھائی خواجہ نور الدین حسینی کی وفات سے بے خبر رہے۔ محاسنِ کلیسی کی کسی بھی مجلس میں اُن کی رحلت کا ذکر نہیں ہوا۔ اگر توجہ سے مجالس کا مطالعہ کیا جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا ذکر خیر جن مجالس میں بھی آیا ہے، اس سے اُن کا زندہ ہونا ثابت ہے، مثلاً پہلی اور آٹھویں مجلس کے احوال وغیرہ

(۲) ”اب اُس دلی کیفیت کی تسکین کے لیے جو واپسی پر بھٹی سے نہ ملنے کے خیال سے

پیدا ہوئی تھی۔ انھوں نے یہ سوچا کہ مجلسِ شیخ کا حال لکھ کر مرحوم کی روح کو خوش کریں۔“ (۱۰)

خواجہ کامگار خاں حسینی محاسنِ کلیسی کو اپنے سفرِ دہلی کے ارمغان کی صورت میں خواجہ نور الدین کی نذر کرنا چاہتے تھے (جیسا کہ دیباچے میں مذکور ہے)۔ انھوں نے کہیں بھی یہ





بادشاہ نے پوچھا کہ شیخ کس تاریخ کو حجاز روانہ ہوئے؟ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا ۲۶ ویں رجب کو۔ بادشاہ نے کہا لیکن واقعہ نگار نے روانگی کی تاریخ ۲۷ ویں رجب لکھی ہے۔ اس پر انہوں نے فرمایا ”بیسٹ و ششم بود۔ واقعہ نگار شب ۱۵ در روز محسوب نمودہ باشد۔“ (۱۵)

شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی نے یہ واقعہ اورنگ زیب عالمگیر کی خبرداری، قوی یادداشت اور کارمنہی میں دلچسپی کے حوالے سے بیان فرمایا تھا۔

[۶]

خوابہ کار نگار خاص حسنی کا اسلوب نگارش سادہ، مجرد و نشیں ہے۔ سادگی میں ہر کاری اور دل نشینی میں معنوی تہہ داری کے رنگ نمایاں ہیں۔ کہیں کہیں منظر آرائی میں وہ اپنے اسلوب کی رنگیں کی بہار بھی دکھاتے ہیں، لیکن ان کی زیادہ تر توجہ غفلت کو فکری تعبیر اور تفہیم پر مرکوز رہتی ہے۔ اس طرح ان کا اسلوب اظہار عبارت آرائی کا ظہور پیکر اور ہر کرختی رنگوں کی دھند میں گم نہیں ہوتا، بلکہ وہ معنی آفرینی کی جمالیاتی رنگارنگی کا ترجمان بن کر فکر و فرہنگ کا عکاس بن جاتا ہے۔ وہ جزئیات سے کلیات کی تشکیل پذیری کا ہنر جانتے ہیں، کیونکہ جب وہ منظر سے پس منظر کی تخلیق کرتے ہیں، تو پیش منظر منظر نامے میں ڈھل کر اسلوب کی رنگینی کو تازگی اور تخلیقی اظہار کو چاشنی سے مملو کر دیتا ہے۔ یوں ان کے ہاں فکری معنوی بصیرت افروزی متنوع رنگوں کا بہار، دوڑھ کر جلوہ گر ہوتی ہے، تو جز سے کل کا سفر معنوی مدار میں محسوس کی خارجی رنگ آمیزی کو اس کے داخلی اور وجدانی فکر سے باہم آمیخت کر کے اسلوبیاتی سطح پر ایک نئے منظر نامے کی تشکیل کرتا ہے، جو ایک طرف لفظ کی تہذیبی معنویت کو جمالیاتی آہنگ سے آشنا کرتی ہے، تو دوسری طرف اس کا رابطہ معنوی آفاق تک پھیل جاتا ہے۔

[۷]

محالہ کلیسی مختلف اور متنوع رنگوں سے مزین ہے۔ اس میں زندگی اور اس کے رنگ رنگ موسموں کی بہار دیدنی ہے۔ اس مجموعے میں گنجینہ معانی کی فکری اپیل بھی ہے اور مشاہداتی اور وجدانی رنگوں کی بہار بھی؛ اس میں تاریخی منظر نامے بھی ہیں اور سیاسی احوال کی عکس اندازی

بھی ماضی کا تہ کر رہی ہے اور مستقبل کی منظر آرائی بھی زندگی کے معاشرتی رویے بھی ہیں اور فکری تہذیب بھی محبت کا رنگ بھی ہے اور تربیت کا رنگ بھی۔ یہ مجموعہ معنوی اختصار اور فکری جامعیت کا نمونہ ہے۔ خوب کام کا رنگ بھی ہے۔ پچاس برس میں شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کی خانقاہ میں کل افشانی گفتار کے اتنے رنگ محفوظ کیے ہیں کہ ان سے سلسلہ چشتیہ کے طریقہ تدریس اور فکری تربیت کی مدد سے ماضی کے منظر منعکس ہوتے ہیں۔ شیخ کی گفتگو زندگی کے ظاہری اور داخلی رویوں کو اس طرح ایک نقطہ اتصال پر منعکس کرتی ہے کہ اس کی جمالیاتی توجیہ کے متنوع منظر اس مجموعے کی مجال میں جا ہی سکتے ہیں۔ بے رنگی کی وجدانی اور مشاہداتی تعبیر جب رنگارنگ منظر کے سینوں پر بکھرتی ہے تو زندگی کے ہمہ گیر رویوں کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ اس سے معاشقہ پر سلسلہ چشتیہ کی فکری اور روحانی اثر اندازی کے رنگ دیکھے جاسکتے ہیں۔ بادشاہوں کے دربار سے روئی اور ان کے حسن سلوک سے بے نیازی معاشرتی اور سماجی زندگی میں اس سلسلے کا طرز اختیار ہے۔ یہ سلسلہ عوامی زندگی کو اپنے دامن میں یوں سموئے ہوئے ہے کہ اس کی بدولت انکسار اور مجز و نیاز کے خوش رنگ قافلے انفس و آفاق کی سیر کے لیے رواں دواں رہتے ہیں اور ان سے انکسار ذات کے رنگ بھی بکھرتے ہیں اور اثبات ذات کے موسم بھی طلوع ہوتے ہیں۔

حوالے:

(۱) محاسن کبھی (خطی)، خوب کام کا رنگارنگ حسینی نسخہ مخزون کتب خانہ تونسہ مقدسہ، رنگ ۲ اور ۳ الف

(۲) مسموعاتی دب کی دایحی اہمیت ادارہ تحقیقات پاکستان دانش گاہ پنجاب، لاہور ۱۹۹۵ء، ص ۳۶۵

(۳) تاریخ مشائخ چشتیہ: ادارہ ادبیات، دہلی، ۱۹۸۳ء، ص ۹۳

(۴) فہرست مشترکہ نسخہ های خطی فارسی پاکستان (جدد سوم) مرکز تحقیقات فارسی

ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۳ء، ص ۱۸۶۶

- (۵) مملووظاتی ادب کی تاریخی اہمیت: ص ۴۶۶
- (۶) محالہ کلیمی (خطی): برگ ۱۱۲ الف
- (۷) مملووظاتی ادب کی تاریخی اہمیت: ص ۴۶۸
- (۸) محولہ بالا ص ۴۶۸-۴۶۹
- (۹) تاریخ مشائخ جشت: ص ۱۸۱
- (۱۰) محولہ بالا: ص ۱۸۱
- (۱۱) محولہ بالا: ص ۱۸۰
- (۱۲) محولہ بالا: ص ۱۸۰
- (۱۳) محولہ بالا: ص ۱۳۳-۱۳۴
- (۱۴) محولہ بالا: ص ۹۳
- (۱۵) محالہ کلیمی (خطی): برگ ۷۱ الف

بسم الله الرحمن الرحيم

تقصیر خاک و چرخ کا سکاره انوی محیه نورالدین نقشبند  
 احسنی انصار که کی از غلامان درگاه آسمان جاده حضرت  
 غریبانه بنی نظام و حکام و الله بن مستی در جلد نافرمانی  
 بنیال که از بدو کن شسرت عرواز مسکن و اما و موله  
 درین سینه هر دو برادر و رحمت اقدس حضرت مولانا ابوالکلام  
 و صفت و درین حاصل منوریم و معشوق الله حضرت شاکر کلام  
 سید محمد پیران بزرگدوی و سید ابوالفتح اندوخته و سید  
 مولا قه باستانان همه ست شریف استند استند غلام  
 و شناسی تدبیر حق بدل بعد و برادر محترم نورالدین علی القدر اکثر  
 اوقات از نظر محبت و غلبه شوق قصه برین دلی میگردانان  
 بسکه افسان نظاره جهان با کمال حضرت عربی نور و در آ  
 جدای غفرت شایسته منور و منور است از محبت بنیال برادران  
 منظر میوه که در کشته غیب برین حضرت عربی غفرتی است  
 و بی شود و در کمال سبکات حضرت مولانا شاکر از زبان قدیم  
 بر حضرت لایب مرتبت خود در اسناد و این خاک و چرخ

حدید به سپاس بقیاس مع خالق را که سارست بنیال  
 نیست که دشت و نیستی به صورت هستی جوی کر خود  
 سبکی تا نیستی عین نیستی نیستی بایه هست  
 نظم تا تو نیستی خواجه پیر نیستی نیستی چو که  
 کشتی نیستی بد خود اصل نیستی نیستی و خود  
 این محافض از غفرت که این عبارت خارج از غفرت است  
 فخر کمال جبر است از کمال عاقلین معقولان که در دنیا  
 در دو مجده منور و شناسی بران معجزه انور و سوال اگر  
 صدرا شاکر کلام و بر آید اصحابی در حق انهم تمهید  
 باز که گوی طریقه برایت و برین حق شناسی برین صفت  
 و رحمت علامت شایسته حق تا یحیی و نوح تا بعین تا که  
 پر و و جانشین ایشان اند اما بعد این خاص بر با غفرت

نابینا کمالی حضرت مولانا شاکر کلام



اشاریہ

## اشخاص:

- ۳۲، ۲، ۲ امام احمد بن حنبل: ۳۶
- ابو سلیمان مظہر محمد مصمم باللہ فضل فقی، پیرزادہ ۶۵ امام بخش مہاروی، خواجہ: ۵۰، ۵۶، ۵۸، ۶۷
- احمد بخش، شیخ: ۱۳۰ امام شافعی: ۳۶
- احمد رودقی، ذوالسنہ خواجہ: ۸۶ امام غزالی: ۱۲۲
- احمد منزون: ۱۴۸ امام مالک: ۳۶
- احمد مودود، شیخ: ۱۷ امیر حسن علاء مجری دہلوی: ۱۵۰
- احمد یار خان بکتا: ۱۱ انجم صدیقی، مولانا: ۶۱
- احمد حیدر کاشی، مولانا: ۲۳ انصار اللہ ظفر، ڈاکٹر: ۱۲۹
- احمد یار پاک بختی، حافظ: ۸۹، ۸۷، ۸۸، ۸۷، ۸۸ انوار الحق، مفتی: ۱۱۶
- احمد یار (کاتب): ۱۰۳ اورنگ زریب عالمگیر: ۱۵۳، ۱۵۴
- ارشاد محمود ناما شاہ، ڈاکٹر: ۱۲۹ برہان الدین، خواجہ: ۱۴۷
- اسلم پرویز، ڈاکٹر: ۶۷، ۷۷ بہادر شاہ ظفر: ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۲، ۸۵، ۸۶، ۸۷
- ابن خلیل: ۱۹ بہاء الدین باجن، شیخ: ۱۳، ۱۷، ۱۸
- اسیری: ۱۳۵ بہاء الدین قادری، مخدوم: ۱۲۲
- اصغر شین، اٹلی، صانی: ۱۳۳ بہاء الدین، شیخ: ۱۷
- فتح راہمد چشتی، پروفیسر: ۵۸، ۵۷ بہاء الدین نقشبند، خواجہ: ۱۴۷
- اللہ بخش اسد نظامی: ۱۳۸ بھیر پٹھان غریب نواز، خواجہ: ۶۲، ۷۹، ۸۰، ۸۲، ۸۳
- اللہ بخش قونسوی، خواجہ: ۳، ۷۳، ۸۷، ۱۱۰ ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۱۰، ۱۱۹، ۱۳۰
- اللہ بخش رضا، مولوی: ۶۰، ۱۰۹، ۱۱۰ جاوید وشٹ، ڈاکٹر: ۱۲۹
- اللہ ہوا یا مہاروی، حافظ: ۹۳، ۹۴ جمیل جالبی، ڈاکٹر: ۱۱، ۱۲۸
- امام، بوضیفہ: ۳۶ حافظ شیرازی: ۸۸





علی بخش شاہ اجمیری، سید: ۹۷  
 علی حسن: ۶۶  
 علی کرم اللہ، جہہ، حضرت: ۱۱۰، ۱۳۲، ۱۳۳  
 علی گوہر، مولوی: ۶۲  
 علی متقی، شیخ: ۱۷  
 غازی الدین، نواب: ۵۸  
 غلام جیلانی، محی، پیر: ۱۳۳  
 غلام جیلانی، حکیم: ۱۱۶، ۱۱۵  
 غلام حسین، خواجہ: ۶۱  
 غلام رسول، مہاروی، خواجہ: ۶۱  
 غلام رسول، خواجہ: ۹۷  
 غلام سرور، مولانا: ۱۳۲، ۱۳۳  
 غلام فرید مہاروی، حافظ: ۵۰، ۵۸، ۶۷  
 غلام نشین، راجا: ۹۶، ۱۰۹  
 غلام قطب الدین، خواجہ: ۸۷، ۸۵، ۸۳، ۷۸  
 غلام نصیر الدین، کالے صاحب، خواجہ: ۷۷، ۷۹، ۸۵، ۸۶  
 غلام فقر الدین، تونسوی، مولوی: ۶۱، ۶۳  
 غلام محمد خان: ۸۸  
 غلام مصطفیٰ، حکیم: ۱۱۵  
 غلام محمد: ۹۱، ۱۰۶، ۱۰۷  
 فقر الدین محمد دہلوی، مولانا: ۵۰، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۸، ۶۱، ۶۳  
 ۷۷، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۹۱، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲  
 فرخ سیر: ۱۵۱  
 فرخ شاہ کابلی: ۱۷

شیریں: ۱۳۸  
 ضیاء الدین احمد، ڈاکٹر: ۱۱۵، ۱۱۶  
 ظفر علی خان، مولانا: ۱۱۶  
 ظہور الدین احمد، ڈاکٹر: ۱۰۸  
 عبد نظامی: ۱۱۰  
 عارف نوشاہی: ۱۳۸  
 عاقل محمد، قاضی: ۸۶، ۸۸  
 عبد الحق، شیخ: ۱۲۲  
 عبد حکیم سیالکوٹی، مولانا: ۷۰  
 عبد الرحمن جامی، مولانا: ۱۳۵  
 عبد الرحمن تاج، مولوی: ۸۸  
 عبد الرحیم: ۱۲۳  
 عبد الغفار شکیل، ڈاکٹر: ۱۲۹  
 عبد اللہ خان، سید: ۱۵۱  
 عبد اللہ (کاتب): ۱۲۰  
 عبد المجید (کاتب): ۹۳  
 عبد المناف: ۳۶  
 عبد الواحد سیستانی، مخدوم: ۱۲۲  
 عزیز اللہ المتوکل علی اللہ، شیخ: ۷۷، ۷۸  
 علامہ اقبال: ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷  
 علامہ سیوطی: ۱۳۱  
 علاء الدین خان سرسودہ، قشی: ۱۳۳  
 علاء الدین عطار، خواجہ: ۱۳۷

فرہاد: ۱۳۸	محمد اکبر شاہ ثانی: ۸۵
قریب الدین 'سعود' شیخ: ۱۳۱، ۱۰۹، ۵۴، ۱۷	محمد الدین فوق: ۱۱۸، ۱۱۷
فضل احمد: ۶۶	محمد الدین مکھڑی، مولوی: ۶۳
فضل احمد دیوری: ۳۸	محمد اثین: ۱۰۳
فضل (کاتب): ۱۰۴	محمد حامد تونسوی، خواجہ: ۶۶
فقیر محمد چشتی: ۱۳۲	محمد صمد، مخدوم: ۱۲۲
فقیر محمود سیدی: ۱۳۸	محمد حیات الدینی، شیخ: ۱۲۲
قطب الدین بختیار کاکی، خواجہ: ۱۰۹، ۷۷	محمد رمضان بھٹی، مولوی: ۱۳۰
قندر بخش: ۵۳	محمد سدیدین، حافظ: ۶۶
قیس: ۱۳۸	محمد نسیم، حافظ: ۹۷
کبیر داس: ۱۳۵	محمد شریف مہاروی، خواجہ: ۱۰۳
گل محمد تونسوی، خواجہ: ۱۰۳	محمد صدر الدین قضا: ۱۲۹
گل محمد جیو، مولوی: ۱۳۸، ۶۶، ۱۰۳	محمد عبدالعزیز، حکیم: ۱۱۵
گل محمد چودھوٹی (کاتب)، مولوی:	محمد علی مکھڑی، مولانا: ۹۳
گل محمد احمد پوری، خواجہ: ۵۶	محمد علی موگیری، مولوی: ۸۸
لطیف الدین، شیخ: ۷۷	محمد غوثی شطاری: ۴۸، ۱۷
لیلی: ۱۳۸	محمد قائم، مخدوم: ۱۲۲
محمد اجل چشتی، پیر: ۱۰۳، ۸۷، ۶۶، ۶۰، ۵۷، ۵۰	محمد کامگار خاں حسینی، خواجہ: ۱۳۵، ۱۳۸، ۱۵۲، ۱۵۵
محمد اجل خان، حکیم: ۱۱۵	محمد گھلو، مولوی: ۶۸، ۶۰، ۵۹، ۶۱، ۹۲، ۹۳، ۹۷
	۱۱۵، ۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷، ۹۹، ۹۸
محمد اجل مہاروی: ۶۱	محمد نجم الدین سلیمانی، حاجی: ۱۳۲، ۱۳۱، ۱۲۹، ۵۶
	۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۳
محمد اسلم، پروفیسر: ۱۵۱، ۱۳۹، ۱۳۷، ۱۱۵	محمد نور الدین حسینی، خواجہ: ۱۳۵، ۱۳۷، ۱۵۱، ۱۵۳
محمد فضل گوپال: ۱۲۸	محمد ہاشم، مخدوم: ۱۲۲



نورالحسن ہاشمی، ڈاکٹر: ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۳۳

نوراللہ: ۱۳۱

ولی دکنی: ۱۲

ہارون (کاتب): ۱۳۰

ہاشم: ۳۶

یار محمد داؤد جال، حافظ: ۵۲

یحییٰ مدنی، شیخ: ۱۵۳، ۱۷۱

یوسف، حضرت: ۱۳۸، ۵۱

یوسف، مولانا: ۱۰۸

نثار احمد قاروقی، ڈاکٹر: ۵۶، ۵۵

نذر صابری، غلام محمد: ۱۱۹، ۱۱

نذر شاہ مکھڑی، سید: ۹۳

نصر اللہ، شیخ: ۳۸

نصر خان بلوچ: ۸۷

نصیر الدین چراغ، خواجہ: ۱۰۸

نظام الدین اورنگ آبادی، مولانا: ۸۳، ۱۱۰، ۱۱۵، ۱۳۸، ۱۵۶

نظام الدین اولیا، خواجہ: ۸۸، ۱۷۱

نظام الدین نظامی: ۹۳

نصیم اختر مجددی: ۱۳۸

نور احمد، خواجہ: ۵۷

نور محمد ثانی: ۹۷

نور محمد مکھڑی: ۸۸

نور محمد نارووال، خواجہ: ۵۰، ۵۱، ۵۷، ۵۹، ۶۰، ۹۱

۹۲، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹

نور محمد مہاروی، خواجہ: ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۵

۵۶، ۵۸، ۵۹، ۶۵، ۶۷، ۸۳، ۸۵، ۸۶

۸۷، ۸۸، ۹۱، ۹۷، ۹۸، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۴، ۱۰۶، ۱۱۰

## رسائل:

ماہ نو: ۱۶

مشمول: ۱۶

معیار: ۸۳

ارقم: ۱۰۶

تحقیق نامہ: ۱۶، ۳۸، ۱۲۶

دریافت: ۵۶، ۶۸، ۱۱۱، ۱۲۶

مادی۔ ۶۱  
نوائے وقت۔ ۱۱۶

سب رس۔ ۱۶  
فکر و نظر۔ ۱۱۹  
قومی زبان۔ ۱۳، ۱۳۶

### کتاب ہا:

- آداب الطالبین: ۱۳۱  
انک براولہندی اور ہری پور کے بعد  
کتب خانوں کے خطی نسخے: ۱۲۶  
احسن الشمائل: ۱۳۸  
احسن العقائد: ۱۳۱  
احسن القصص: ۱۳۱  
احیاء العلوم: ۱۲۱  
اذکار ابرار: ۴۸  
اذکار امام نووی: ۱۲۱  
اردو میں بارہ ماسے کی روایت۔  
مطالعہ و متن: ۱۳۳، ۱۳۹  
ارشاد الطالبین: ۱۲۱  
اسرار الفاتحہ: ۱۲۱  
بارہ ماہیہ بحم: ۱۲۷، ۱۲۹، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳۔  
۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹  
بزم فرید: ۱۰۹  
بکت کھانی: ۱۳۲، ۱۳۸  
بہادر شاہ ظفر: ۸۶، ۸۳، ۷۸  
بیاض عبدالواحد سیوستانی: ۱۲۱  
اصناف الابرار: ۱۲۱  
اصناف سخن اور شعری ہیئتیں: ۱۳۳  
اصول الصفاء: ۱۲۱  
افضل الطاعت: ۱۳۶  
الحجۃ البالغہ: ۶۲  
القول المستحسن فی فخر الحسن: ۱۱۰  
المکافاة الموزنتہ والحائلہ: ۱۲۱  
امداد الفتاح شرح نور الایضاح: ۱۲۱  
انتخاب گلشن اسرار: ۸۶، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴،  
۱۱۰، ۱۰۹  
انجیل: ۳۱۰  
اولیائے بہاول پور: ۱۰۹  
تحفۃ الاحبار: ۱۲۱  
تحفۃ العرائض: ۱۲۱، ۱۲۰  
تحفۃ العقہ: ۱۲۱  
تذکرۃ الاولیاء: ۱۲۱  
تذکرۃ السلاطین: ۱۳۱

- بیاض مخلوم محمد صادق: ۱۲۱  
 بیاض مخلوم محمد هاشم: ۱۲۱  
 بیاض هاشمی: ۱۲۱  
 بیان الاولیاء: ۱۳۱  
 پاکستان میں فارسی ادب: ۱۰۸  
 پاکستانی ادب ۹۲ء: ۱۶  
 پریم گنج: ۱۳۱  
 پنج گنج: ۶۷  
 پنجاب میں اردو: ۲۸  
 پیو ملانی غیر بھلاتی: ۱۳۱  
 تاریخ ادب اردو: ۱۱، ۱۶، ۲۸  
 تاریخ الاطباء: ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷  
 تاریخ الخطباء: ۱۲۱  
 تاریخ مشائخ چشت: ۵۳، ۸۵، ۹۲، ۱۰۵، ۱۳۱، جامع القوائس: ۲۰  
 ۱۳۲، ۱۵۲، ۱۵۵، ۱۵۶  
 تاریخ ہند: ۸۶  
 نیان الصواب: ۱۲۱  
 تحریم التباک الدخان: ۱۲۱  
 حاشیہ بر مخزن اسرار: ۹۳  
 حاشیہ تحفة الاحرار: ۹۳  
 حاشیہ شرح وقایہ: ۵۱  
 حرب اعظم: ۱۲۱  
 حضور قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی۔ احوال و آثار: ۵۷، ۵۸  
 تذکرۃ الواصلین: ۱۳۱  
 تسمیم: ۵۱  
 تصانیف حاجی ابو الحسن: ۱۲۱  
 تصوف: ۱۳۰، ۱۲۱  
 تفسیر نقرہ کار: ۵۱  
 تفسیر مدارک: ۱۲۱  
 تکملہ سیر الاولیاء: ۵۶، ۱۰۰  
 توریت: ۳۱  
 توضیح شرح مختصر مقدمۃ الصلوۃ: ۱۲۱  
 تیسیر بشرح الجامع الصغیر: ۱۲۱  
 جامع الرموز: ۱۲۰  
 جامع الصغیر: ۱۲۰  
 جامع الفتاوی: ۱۲۱  
 جامع المتعرفات: ۱۲۱  
 جذب القلوب الی دیار المحبوب: ۱۲۱  
 جواهر الخمس: ۱۲۱  
 دُر المختار: ۱۲۱  
 دُر مکنون: ۱۲۱  
 راحت العاشقین: ۸۶، ۱۰۳، ۱۱۰، ۱۱۱  
 راحت القلوب: ۱۰۲، ۱۰۹، ۱۱۰  
 رسالۃ احمد غرالی: ۱۲۱



شرح هداية الحكيمته: ١٢١	شرح مسكنو نامه: ١٠٨، ٩٣، ٩٢
شرح مواقف: ١٢١	شرح شرف نامه: ٩٣
شرح وفایه: ١٢١	شرح کریمه: ٩٣
شفاء الامراض: ١٢١	شرح گلستان: ١٢١، ٩٣
صحائف المعرفة: ١٢١	شرح مطلع الانوار: ١٠٨، ٩٣
صلوة مسعودی: ٣٤	شرح نام حق: ١٠٨، ٩٣
صُب یونانی: ١١٥	شرح یوسف زلیخا: ١٠٩، ٩٣، ٩٢
طواهر الاخبار: ١٢١	شرح بوستان: ١٠٨، ٩٣، ٩٢
عشرة كامله: ١٣١	شرح تاج محمود: ١٢١
عقائد سیه: ١٢١	شرح جامع الصغير: ١٢١
علاج المفردات: ١١٥	شرح حرب البحر: ١٢١
عمدة المریدین: ١٢١	شرح دعای سریانی: ١٢١
عوارف المعارف: ١٢١	شرح شرعته الاسلام: ١٢١
عایته المعلوم: ١٢١	شرح صراط المستقیم: ١٢١
عذا المحبین و سم المعاندين: ٨٨	شرح طريقة محمدیه: ١٢١
فتاوی ابن حجر: ١٢١	شرح کنز الدقائق: ١٢١
فتاوی سراجیه: ١٢١	شرح عبدالحق بر مشکوة: ١٢١
کتاب البرکته: ١٢١	فتح التقدير: ١٢١
کشف الرمز شرح الکفر: ١٢١	فتوح الاوراد: ١٢١
کشف اللغات: ١٢١	فتوحات مکيه: ١٣١، ١٢١
کشکول: ١٣١، ١٢٠	فخر الحسن: ١١٠، ١٠٢
کلیات مومن: ٨٥	فخر الطائیین: ٨٣
کلیات بهادر شاه طغر: ٨٥	مخریة النظام: ٨٣
کنز العرفان: ١٢١	مرائص الاسلام: ١٢١



- فصوص الحکم: ۱۲۱، ۱۳۱، ۱۵۱، ۱۵۲
- کبر العمل: ۱۲۱
- فصائل القرآن: ۱۲۱
- کیمیای سعادت: ۱۲۱
- فضيلة الکاح: ۱۳۱
- گلزار ایرار: ۱۷، ۱۸، ۳۸
- فقہ اکبر: ۱۲۱
- گلزار وحدت: ۱۳۱
- فوائد العواد: ۱۲۱، ۵۲
- گلشن ایرار: ۵۶، ۵۸، ۶۷، ۱۰۰، ۱۰۵، ۱۰۹
- فوائد الکبر: ۱۲۱
- لسان الغیب: ۸۸
- فوائد السالکین: ۱۰۳، ۱۰۹
- لطائف الطوائف: ۱۲۱
- فوائد مخبریه: ۸۳
- لمعات: ۱۳۰
- فهرست مشترک نسخه های خطی فارسی: ۱۳۱
- پاکستان ۱۵۵
- فیض التقدیر: ۱۲۱
- ماحی الغیریت: ۱۳۱
- قاموس: ۱۲۱
- مائه الفوائد: ۱۲۱
- قبالات بحمی: ۱۳۱
- مشوی شیخ رحمت الله: ۱۸، ۱۲۱
- قرآن کریم: ۳۱
- مشوی معوی: ۱۲۱
- قول الحمیل: ۱۲۱
- محالین کلیمی: ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۵۶
- کتاب الادب: ۱۲۱
- مجموعه رسائل فارسی و عربی: ۲۸
- کتاب الاوراد: ۱۲۱
- محمدی شرح حصن الحصین: ۹۴
- محیط سرعسی: ۱۲۱
- ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت: ۱۵۵، ۱۵۶
- محزون الادویہ: ۱۱۵، ۱۱۷
- ملفوظات مولانا نظام الدین اورنگ آبادی: ۱۳۸
- محزون الحکمت: ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸
- ملک العلماء علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی مع
- مخزن جشت: ۵۶، ۵۸، ۶۷، ۱۰۰
- تاریخ سیالکوٹ و مشاہیر سیالکوٹ: ۱۱۸، ۱۱۹
- مرج البحرین: ۱۲۱
- مسابق التارکین: ۱۳۱
- مسابق الحبيب: ۱۳۱
- مسابق المحبوبین: ۵۶، ۵۸، ۸۶، ۱۰۰، ۱۰۵، ۱۳۱
- مرفقات: ۱۲۱

مشارف الابوار: ۱۲۱	مناقب شریف: ۸۸، ۸۶، ۷۹، ۱۱۰
مشکوٰۃ شریف: ۵۱	مناقب سلیمانی: ۸۸، ۸۶
مطول: ۱۲۱	مناقب مخبرہ: ۸۴
معارف الارہار: ۱۲۱	منتخب المناقب: ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۱۰۴، ۱۰۹، ۱۱۰
معارف الابوار: ۱۲۱	نافع السالکین: ۸۶
مفاتیح الجنان: ۱۲۱	نجم الارشاد: ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۱۰۴، ۱۰۹، ۱۱۰
مفتاح الحصن الحصین: ۱۲۱	نجم الواعظین: ۸۶
مقالات الشمر: ۱۱، ۱۶	نجم الهدایہ: ۱۳۱
مقصود العارفین: ۱۳۱	نجم الاعزۃ: ۱۳۱
مقصود المرادین فی شرح اوراد بصیر	نجات الاسب: ۱۲۱
المدین: ۱۳۱	
مکاتیب سرہندی: ۱۲۱	نقد ملعوظات: ۵۵، ۵۶، ۵۸
مکتوبات اردو کا ادبی نور تاریخی ارتقا: ۸۶	نودو نو اسمای بابا صاحب: ۱۰۴، ۱۰۹
مکتوبات امام بخش: ۶۷	ہدایت نامہ: ۱۳۱
مکتوبات کلیمی: ۱۱۰، ۱۰۴	ہدایہ: ۱۲۱
ملفوظ شریف: ۸۶	یاد ایام: ۳۸

### اماکن:

انگ: ۱۲، ۱۶، ۱۸، ۱۹، ۱۱۹، ۱۲۶	چشتیاں: ۵۰، ۵۷، ۶۷، ۸۷
اجیر: ۱۳۳، ۱۳۵	چودھواں: ۶۶
اسلام پور: ۱۰۳	حسن ابدال: ۱۱۹
اسلام آباد: ۱۶، ۵۶، ۶۸، ۸۳، ۸۸، ۱۱۱، ۱۱۸، ۱۲۶، ۱۵۵	حیدر آباد: ۱۸، ۱۳۸
اورنگ آباد: ۸۳، ۱۴۵	دکن: ۵۵، ۵۸

دہلی: ۵۳، ۵۵، ۶۱، ۶۵، ۷۹، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۸،

۱۰۸، ۱۱۵، ۱۱۷، ۱۲۲، ۱۳۵، ۱۴۵، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۵،

ڈیرہ اسماعیل خان: ۶۶

ڈیرہ غازی خان: ۱۰۳، ۱۳۸

راجن پور: ۱۰۹

راولپنڈی: ۱۳۶

راولاکوٹ: ۱۰۶

رنگوں: ۷۷

سلطان پور: ۱۲، ۱۸، ۹۱، ۹۲، ۹۷، ۱۰۷، ۱۱۹، ۱۲۶

سنگھ: ۸۶

سیالکوٹ: ۱۱۷، ۱۱۸

سیت پور: ۵۷

سیستان: ۱۱۵

شادی: ۶۲

شیخ پور: ۱۸

ٹکسٹو: ۱۳۳

ٹنڈو: ۱۸

مصر: ۱۱۸

مظفر گڑھ: ۹۱

مکہ شریف: ۶۳، ۶۷، ۹۲، ۹۳

ملتان: ۱۳۸

مہار شریف: ۸۵، ۹۱، ۹۸

واہ کینٹ: ۶۸، ۱۰۶، ۱۲۶

برہان پور: ۱۳۵

بغلائی: ۱۰۲

بسکی: ۱۳۲، ۱۳۳

بہڑی: ۸۷، ۱۱۰

پاک پتن: ۵۳، ۵۴

بہاولپور: ۸۸، ۱۰۹

پاکستان: ۱۶، ۱۵۵

پانی پت: ۵۳، ۶۵

تونسہ مدرسہ: ۶۲، ۶۳، ۶۶، ۶۷، ۸۵

۸۶، ۸۷، ۸۸، ۹۲، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳

تھانہ بھون: ۱۶

جام پور: ۱۰۹

جہانیاں: ۱۳۸

جھنجھون: ۱۳۰

علی پور: ۹۱

علی گڑھ: ۳۸، ۸۶

فتح پور شجاع دانی: ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۳۴

فیصل آباد: ۵۷، ۵۸

کانپور: ۸۵

کراچی: ۱۶، ۳۸، ۱۲۶

کوٹ مٹھن: ۸۶، ۸۸

کجرات: ۱۷

گڑگوجی: ۸۶	ہری پور: ۱۳۶
گورداس پور: ۶۳	ہندوستان: ۱۷
گھلوں: ۱۰۷، ۹۶، ۹۱	یارے والی: ۱۰۷، ۹۳
لاہور: ۱۶، ۳۸، ۳۹، ۵۳، ۵۸، ۶۰، ۶۱، ۶۳، ۶۷	
۸۵، ۸۷، ۸۹، ۱۰۲، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۸	
۱۲۶، ۱۳۳، ۱۵۵	

### ادارے:

- احمدی پریس، دہلی: ۸۷
- ادارۃ ادبیات، نئی دہلی: ۸۵، ۱۰۸، ۱۳۳، ۱۵۵
- ادارۃ تحقیقات پاکستان دانش گاہ پنجاب، لاہور: ۱۱۸، ۱۵۵
- ادارۃ ثقافت اسلامیہ، لاہور: ۵۸
- اردو اکیڈمی، بہاول پور: ۱۰۹
- استقلال پریس، لاہور: ۶۱
- اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور: ۳۸
- اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد: ۱۶
- انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی: ۳۸، ۱۳۸
- انجمن ترقی اردو ہند، دہلی: ۸۳
- انجمن طبیبان پنجاب، لاہور: ۱۱۵
- اُتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ: ۱۳۳
- آستانہ عالیہ سلیمانیہ، تونسہ مقدسہ: ۱۳۸
- آستانہ عالیہ چشتیہ، سلطان پور: ۱۸
- بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد: ۸۳

پنجاب یونیورسٹی، لاہور: ۶۰، ۶۳، ۶۵، ۱۰۴، ۱۱۶

تخلیق مرکز، لاہور: ۱۳۳

چشتیہ اکادمی، فیصل آباد: ۵۷

حمیدیہ سٹیم پریس، لاہور: ۱۱۱

دارالمعارف، دواہ کینٹ: ۱۲۶

دارالعلوم حمیدیہ، سلطان پور: ۱۱۹، ۱۲۰

دارالرقم ماذل کالج، راولا کوٹ: ۱۰۷

درگاہ عالیہ حاجی نجم الدین سلیمانی، فتح پور: ۱۳۱، ۱۳۲

دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد: ۸۸

سالار جنگ میوزیم، حیدر آباد: ۱۳۸

سندھی ادبی بورڈ، کراچی: ۱۶

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور: ۱۱۰

طبی کتب خانہ، لاہور: ۱۱۸

طیبہ کالج، دہلی: ۱۱۵

ظفر برادر س تاجران کتب، لاہور: ۱۱۸

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد: ۱۰۹

قلکار بیٹھک، دواہ کینٹ: ۶۸، ۱۰۷

کتب خانہ اللہ بخش اسد نظامی، جہانیاں: ۱۳۸

کتب خانہ تونسہ مقدسہ: ۹۳، ۱۰۱، ۱۴۹، ۱۵۵

کتب خانہ حمیدیہ، سلطان پور: ۱۲۶

کتب خانہ گنج بخش، اسلام آباد: ۱۰۸، ۱۰۹

کتب خانہ مولانا محمد علی مکھڑی، مکھڑ شریف: ۹۳، ۱۳۸، ۱۳۹

کتب خانہ چشتیہ فاروقیہ، چشتیاں: ۱۰۳، ۵۰

گورنمنٹ کالج، انک: ۱۶

گورنمنٹ کالج، چشتیاں: ۱۰۳، ۵۷

گورنمنٹ کالج، راجن پور: ۱۰۹

گورنمنٹ کالج، لاہور: ۱۶، ۶۰، ۱۱۶، ۱۲۶

مجتہائی پریس، لاہور: ۱۰۹

مجلس انوارات علمیہ، انک: ۱۱

مجلس ترقی ادب، لاہور: ۱۶، ۴۸، ۸۵

محمدی پریس، لاہور: ۸۵، ۱۰۷، ۱۰۸

مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد: ۱۱۵

مطبع الحسینی، بمبئی: ۱۳۲

مطبع انشی ٹیوٹ علی گڑھ کالج، علی گڑھ: ۳۸، ۸۶

مطبع برہانہ، حیدرآباد: ۱۳۸

مطبع گلزار محمدی، لاہور: ۱۹۸

مطبع مفید عام، لاہور: ۱۰۸

معین پریس، جمیر: ۱۳۳

مکتبہ معین الادب، لاہور: ۳۸

نول کشور پریس، کان پور: ۸۵

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز: ۵۶، ۶۷، ۱۱۱، ۱۲۶

یوسفی پریس، دہلی: ۱۱۰

## ادارہ یادگار غالب کی نئی مطبوعات

رفت و بود ڈاکٹر ابواللیث صدیقی چار سو پچاس روپے

فلسفیانہ مکالمے قاضی قیصر الاسلام دو سو پچاس روپے

ہماری قومی ثقافت فیض احمد فیض پانچ سو روپے

غالب (شمارہ ۲۰/۲۰۱۲) رؤف پارکھی (مدیر) تین سو روپے

زمانہ تحصیل عطیہ فیضی دو سو روپے

## محرابِ تحقیق

ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر اسلام آباد کی ایک جامعہ میں درس و تدریس سے توفسک ہیں ہی، تحقیق و تنقید نیز تصوف اور اس کے متعلقات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ فارسی سے بھی خوب واقف ہیں۔ چنانچہ انھیں کتب خانوں میں مخطوطات کی تلاش میں کوشاں پایا۔ ایک بار علمی کام کے سلسلے میں شاہ عبداللطیف یونیورسٹی خیرپور جاتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ہم رکاب ہونے کا موقع ملا۔

خیرپور کی پچل لائبریری میں ایسے چند فارسی مخطوطات محفوظ ہیں جو بعض بزرگوں کے حالات اور ملفوظات پر مبنی ہیں۔ لائبریری کے عملے اور ڈاکٹر یوسف خشک صاحب کے تعاون سے ساحر صاحب نے ایک مطلوبہ نسخے کا عکس پچل لائبریری سے حاصل کر لیا۔ ان کی گفتگو سے اندازہ ہوا کہ کئی خانقاہوں کے بھی کتب خانے چھان چکے ہیں بلکہ ان کے بعض اہم قلمی نسخوں کے تعارف اور ان کی تدوین پر مبنی کچھ کام بھی شائع کر چکے ہیں۔

چنانچہ ان سے درخواست کی کہ ان مقالات کو یکجا کر دیجیے۔ ہم ان کے شکر گزار ہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے ہماری درخواست کو قبول کیا اور یہ مسودہ ادارے کو اشاعت کے لیے دے دیا۔ ان مقالات میں اہل علم اور اہل قلم کے ساتھ اہل اللہ کا بھی ذکر ہے۔ لیکن اس کے علاوہ بھی بعض اہم مقالات اس کتاب میں شامل ہیں۔ ان میں قلمی نسخوں کا تعارف بھی ہے اور بعض غیر مطبوعہ اور غیر مدون متون کا جائزہ بھی۔ ساحر صاحب تحقیق اور تنقید کے تو مرد میدان ہیں ہی نثر بھی خوب لکھتے ہیں۔ لہذا اب آپ ساحر صاحب کی تحقیق کے ساتھ ان کی سحر طراز نثر سے بھی لطف اٹھائیے۔

رووف پارک